جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند کا علمی، دینی، ادبی ترجمان

ماہنامہ

محدثِ عصر

بانی

فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری رحمہ اللہ

مدیر

سید احمد خضر شاہ مسعودی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: محدثِ عصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند کا علمی، دینی، ادبی ترجمان

ماہنامہ

محدثِ عصر

مارچ/اپریل ۲۰۲۴ء	جلد نمبر ۲۲	شمارہ ۲	سلسلہ نمبر ۱۸۷

بانی: فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری رحمہ اللہ

مدیر: سید احمد خضر شاہ مسعودی

نائب مدیر

مولانا سید فضیل احمد ناصری

08881347125

نگراں ترسیل

مولانا ابوطلحہ اعظمی

09997504588

اشتراک وتعاون

اندرونِ ملک:

فی شمارہ -/30 سالانہ -/360

خصوصی -/1000

تاحیات -/6000

بیرونِ ملک:

سالانہ: 20 امریکی ڈالر

خصوصی: 100 امریکی ڈالر

تاحیات: 500 امریکی ڈالر

شائع کردہ

جامعۃ الامام محمد انور شاہ دیوبند

عقب عیدگاہ، دیوبند 247554 (یوپی)

فون آفس: 01336-220471 فون وفیکس (مدیر) 01336-222471-223371

موبائل (مدیر): 08006075484 ای۔میل: ahmadanzarshah@gmail.com

ورق در ورق

صریر خامہ

قند مکرر

مقالات و مضامین

جامعہ کی سرگرمیاں

گوشۂ ادب

صریر خامہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

عصریات

✤سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری

رمضان کا مقدس مہینہ ہم پر سایہ فگن ہے۔ کیا ہی اس کے دن ہیں اور کیا ہی اس کی راتیں! بہار ہی بہار۔ انوار و برکات کی موسلا دھار بارشیں۔ نیکیوں اور طاعتوں کا ایک سیلِ رواں، ایک موجِ بے کراں۔ سعادت مندیوں سے لبریز۔ کیا ہی پیارا مہینہ ہے! نماز میں سرور، تلاوت میں حلاوت، روزے میں نشاط اور سرمستی۔ دن بھر بھوک اور پیاس کی شدت ہے، مگر اہلِ ایمان پر کوئی گرانی نہیں۔ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور نمازیوں پر بیزاری کا کوئی نشان نہیں۔ تھوڑی دیر کی نیند ہے، پھر بنامِ سحر بیداری۔ نمازِ فجر کے بعد تلاشِ معاش کی الجھنیں بھی ہیں، پھر بھی بندۂ مومن شاداں وفرحاں۔ مجاہدات کا ایک تسلسل ہے۔ محنت کشی کی ایک زنجیر ہے اور مردانِ حق ہیں کہ کیسے چلے جا رہے ہیں، جیسے چلے جا رہے ہیں۔ کیوں نہ ہو یہ شوق و ذوق! کیوں نہ ہو یہ وارفتگی! النبی الہاشمی فداہ ابی و امی اس ماہ کی آمد سے اتنا پر جوش ہوتے کہ شعبان آتے ہی اس کی تیاریوں میں لگ جاتے۔ شب و روز کا فرق مٹا دیتے۔ نوافل سے پوری رات پاٹ دیتے۔ بنیادی طور پر یہ روزے کا مہینہ ہے، مگر اس کے جلو میں اتنی برکات کہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ نفل کو فرض کا مقام دے دیا گیا اور فرض کو ستر فرض کا درجہ۔ اس پر مستزاد یہ کہ انسان کا ازلی دشمن یعنی ابلیس پا بہ زنجیر۔ ذوقِ طاعت میں نقب زنی یہی رجیم کرتا تھا، اس کی ساری طاقت وقوت سلب کر لی گئی۔ بے دریغ عبادت کیجیے! بلا تکلف، بلا توقف۔ خوش نصیب ہیں وہ جنہیں برکتوں، رحمتوں اور مغفرتوں والا یہ مہینہ میسر ہوا اور اس کی قدر دانی کا کوئی موقع نہیں چھوڑا۔ بدنصیب ہیں وہ جنہیں یہ سنہرے اوقات بھی راس نہ آ سکے اور چھوٹے چھوٹے ابلیسوں کے دامِ فریب میں پھنس گئے۔ روزے سے بھی گئے۔ نمازوں سے بھی۔ تراویح

سے بھی پیچھا چھڑایا اور تلاوت سے بھی۔ اعتکاف سے بھی محروم ہوئے اور شبِ قدر سے بھی۔ یہ چند ایام متضاد حیثیت کے حامل ہیں۔ مومن کو کندن بھی بنا سکتے ہیں بشرطیکہ وہ سنجیدہ ہو۔ زندگی کو نشانِ عبرت بھی بنا سکتے ہیں اگر خدانخواستہ کسی کی فطرت مسخ ہو چکی ہو۔

❁ .... ❁ .... ❁

خون ہی خون، لاشیں ہی لاشیں۔ کھنڈرات ہی کھنڈرات۔ یہ ہے غزہ کی تصویر۔ یہ ہے فلسطین کا نقشہ۔ چھٹا مہینہ چل رہا ہے۔ اسرائیل کی بربریت وہی ہے کہ جو تھی۔ خوب صورت غزہ صحرا کا منظر پیش کرنے لگا بلکہ ویران قبرستان۔ مکانات، اسکول، ہسپتال، پارک کچھ بھی نہ سلامت نہ رہا۔ درندہ اسرائیل خطرناک بم پھینکتا ہی جا رہا ہے۔ میزائل پر میزائل داغتا ہی جا رہا ہے۔ شہدا کا رشتہ تو دنیا سے کٹ چکا۔ زخمیوں اور زندوں کا تعلق تو اسی عالمِ آب وگل سے ہے۔ مرہم ہی نہیں کہ زخموں پر رکھے جائیں۔ ڈاکٹر ہی نہیں کہ مریضوں تک پہونچ سکیں۔ غذائیں بھی مفقود ہیں، بھوک سے بلبلاہٹ۔ کھائیں تو کہاں سے کھائیں۔ نتیجہ یہ کہ یا تو بموں سے مارے گئے، بچ گئے تو بھوک نے مار ڈالا۔ اسلام کے نام پر 57 ممالک موجود ہیں، لیکن غیرت وحمیت سے عاری۔ ضمیر کی حیات سے محروم۔ اپنے اپنے مفادات ہوں تو سب رستم وسہراب۔ زمین وآسمان ایک۔ ساری توانائیاں، جملہ تدبیریں روبہ عمل، مگر یہی جوش اور یہی طاقتیں اصل موقع پر معدوم۔ کائنات بنانے والے نے وسائل اس قدر دیے تھے کہ سب متحد ہو جاتے تو دنیا کی ساری اکائیاں ان کے سامنے دوزانو ہو جاتیں۔ ان کا خدا ایک، رسول ایک، کعبہ ایک، قرآن ایک، رمضان ایک، تعلیمات، اس کے باوجود یہ انتشار! یہ بے وزنی! یہ بے چارگی! افسوس اس کا بھی ہے کہ فلسطینیوں کو مرنے کے لیے تنہا چھوڑ دیا گیا اور اشک شوئی کے لیے بھی کسی کی زبان نہ ہل سکی۔ کہاں ہے انسانی حقوق کی تنظیم! اس کے لبوں پر سکوت کیوں ہے؟ کہاں ہیں انسانیت نوازی کے علم بردار! آج وہ بولتے کیوں نہیں! کہاں ہیں وہ پرغرور سینہ والے چودھری جو دہشت گردی کے خاتمے کے لیے میدان میں کودے تھے! آج انہیں یہ دہشت گردی کا یہ عفریت نظر کیوں نہیں آ رہا! کیا اسرائیل کی حیوانیت انہیں نظر نہیں آتی یا دہشت گرد ہونے کے لیے مسلمان ہونا ضروری ہے! یاد رکھیے! دنیا کا اصل مالک رب العالمین ہے۔ انصاف کا پیمانہ یہاں بدل دیا گیا تو وقت اور تقدیر ظالموں کو بھی نہیں بخشے گی:

زگوش پنبہ بروں آر و دادِ خلق بدہ
اگر تو می نہ دہی داد روزے دادے ہست

❁ .... ❁ .... ❁

2024 کا لوک سبھا الیکشن لبِ بام آ چکا۔ تیاریاں تقریباً مکمل ہیں۔ الیکشن کمیشن کسی بھی دن تاریخوں کا اعلان کرسکتا ہے۔ پھر ضابطۂ اخلاق بھی فوری نافذ ہو جائے گا۔ اتنے اہم اور نازک وقت میں جن صوبوں سے کسی بہتر فیصلے کی امید تھی، ان میں بہار سرِ فہرست تھا۔ حزبِ مخالف نے چند ماہ قبل ایک اتحاد تشکیل دیا تھا، جس کا نام تھا : انڈیا۔ صوبۂ بہار بھی اسی انڈیا کا حصہ تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ یہ نیا اتحاد این ڈی اے کے لیے پیغامِ اجل ثابت ہوگا، لیکن خدا معلوم اچانک کیا ہوگیا کہ جے ڈی یو نے اس سے معذرت کر لی۔ یہ نئے الائنس کے لیے ایک بڑا جھٹکا تھا، مگر اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ اور بھی المناک اور حیرت ناک۔ وہ نتیش کمار جنھوں نے 2022 میں این ڈی اے کو داغِ مفارقت دے کر راجد سے ہاتھ ملایا تھا، وہ جنوری 2024 میں پھر این ڈی اے میں چلے گئے۔ راجد سے یہ رفاقت 17/ماہ سے زیادہ نہ چل سکی۔ وہ طوطا چشمی کر کے اپنی پیٹھ ٹھونکتے رہے اور پورا ملک از راہِ تعجب انہیں تکتا رہ گیا۔

سیاست کی دنیا بھی کتنی عجیب دنیا ہے۔ یہاں بے وفائی قابلِ نفرت ہے، نہ وفا داری لائقِ مدح۔ دوستوں کو حریف اور حریفوں کو دوست بنتے اکثر دیکھا ہی جاتا ہے۔ فارسی کا ایک مقولہ ہے : آزمودہ را آزمودن خطا ست، آزمائے ہوئے کو آزمانا بھی غلطی ہے، مگر دنیائے سیاست میں اس فارمولے کا گزر نہیں۔ جان بوجھ کر دھوکہ کھانا اور فریب دے کر خوش ہونا یہی آج کی سیاست ہے۔ شرم مانع، نہ اقدار رکاوٹ۔ بہار کے یہی نتیش کمار ہیں جو دو سال پہلے کہہ چکے تھے کہ اب این ڈی اے ان کے لیے شجرِ ممنوع ہوگیا اور وہی این ڈی اے جس کا اعلان تھا کہ نتیش کے لیے اس کے دروازے سدا کے لیے بند ہو گئے، اب دونوں ہی اپنے اپنے موقف سے یکسر منحرف ہیں۔ راجد سے ناطہ توڑ کر پھر این ڈی اے سے ہاتھ ملا لیا اور زعفرانی اتحاد نے اپنے اس حریف کا اپنے خیمے میں استقبال کیا۔ آج کی سیاست کا خلاصہ اگر کچھ ہے، تو یہی بے یقینی اور ابلہ فریبی ہے۔ جو چیز عیب تھی، وہی اب فن تسلیم کی گئی۔

نتیش کمار زعفرانی پارٹی کی مدد سے آٹھویں بار وزیرِ اعلیٰ ہو گئے۔ حلف برداری کی اس تقریب میں راج بھون جے شری رام کے نعروں سے گونج اٹھا۔ کمار کا یہ عہد بھی فضا میں لہرایا کہ این ڈی اے سے یہ رشتہ اب کبھی نہیں ٹوٹے گا، لیکن نتیش شاید بھول گئے کہ پلٹو رام اب ان کا سیاسی عرف بن چکا ہے۔ لوک سبھا الیکشن میں وہ کس منہ سے ووٹ مانگیں گے اور کون ان پر بھروسہ کرے گا؟

❀ .... ❀ .... ❀

ہماچل پردیش کی سیاست بھی طرفہ تماشے دکھا رہی ہے۔ وہاں کی کانگریس حکومت کے ساتھ کچھ ایسی بازی گری ہوئی کہ کانگریس کے قد آور لیڈران بھی مبہوت رہ گئے۔ ابھی چند دنوں پہلے راجیہ سبھا کی ایک نشست کا الیکشن تھا۔ اقتدار کے پیشِ نظر اندازہ یہی تھا کہ کانگریس کے ابھیشیک منوسنگھوی فاتح قرار پائیں گے، لیکن اپنوں نے ہی ان پر کچھ ایسا وار کیا کہ کانگریسیوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ سبب ظاہر تھا کہ ملک کی سب سے قدیم پارٹی کے چھ ارکانِ اسمبلی نے بھاجپائی امیدوار کے حق میں ووٹ دے دیے۔ دونوں امیدواروں کو 34_34 ووٹ ملے۔ نتیجے کا فیصلہ قرعہ اندازی سے ہوا اور یوں قرعۂ فال بھاجپا کے نام نکلا۔

اس اچانک قضیے نے کانگریس کو ہلا کر رکھ دیا۔ اگرچہ وزیرِ اعلیٰ سکھویندر سنگھ سکو کہہ رہے ہیں کہ ان کی پارٹی اپنے پانچ سال پورے کرے گی، مگر لگتا نہیں کہ یہ جاری بحران ان کے اقتدار کو بچا پائے گا۔ نئی صورتِ حال سے کانگریس پریشان ہے اور ظاہر ہے کہ اسے پریشان ہونا ہی چاہیے۔ اس ناگہانی موجِ بلا سے بچنے کے لیے اس نے مبصرین اور کچھ لیڈران کی ایک کمیٹی بنائی ہے۔ دیکھیے یہ کمیٹی کیا رپورٹ دیتی ہے۔ دریں اثنا انسدادِ انحراف قانون کے تحت باغی اراکین کی رکنیت معطل کر دی گئی۔ وہاں کی سیاسی فضا انتہائی نازک ہے۔ کانگریس بہر حال اقتدار بچانا چاہتی ہے اور بھاجپا بہر صورت اسے ہٹا کر اپنی تاک میں۔ اس سیاسی اکھاڑے میں کس کا سورج نکلتا ہے اور کس کا آفتاب غروب ہوتا ہے، کہنا قبل از وقت ہے، تاہم اتنا تو کہا ہی جا سکتا ہے کہ کچھ اخلاقیات بھی ہوتی ہیں، عوام نے آپ پر اعتماد کیا اور آپ اسے یوں توڑ ڈالیں! کیا آپ کا ضمیر اس کی اجازت دیتا ہے؟

......✦......

قندِ مکرر

افاداتِ رومی

فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ

بانئ جامعہ ھٰذا

مسلسل دس پندرہ روز کی غیر حاضری کے بعد مجلس ''مولانائے روم'' میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ آج کفرانِ نعمت اور شکر علی النعمۃ کے موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ارشاد ہوا کہ اس عبرت کدۂ عالم میں جو واقعات وحوادث ہوتے رہتے ہیں یا تو ان کا مطالعہ ہی نہیں کیا جاتا یا اگر دیکھتے ہیں تو اتنے سرسری طور پر کہ ''بصائر وعبرت'' کا پہلو جو ان واقعات کے ساتھ قائم ہے نظروں سے قطعاً مخفی رہ جاتا ہے۔ خود ''اہل سبا'' کا واقعہ قرآن مجید میں کس تفصیل کے ساتھ بیان ہوا اور تذکیر وعبرت کے کتنے سامان اس داستان میں موجود ہیں، یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ قرآن مجید کی تلاوت نہیں کی جاتی، ضرور کی جاتی ہے۔ صبح و شام، روز وشب، ہزاروں نہیں لاکھوں، سب ہی پڑھتے پڑھاتے ہیں، لیکن حاصل کچھ بھی نہیں، سوائے ''صدا بصحرا'' کے۔

فرمایا کہ واقعات وقصص سے عبرت حاصل کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسا کہ دامن کوہ میں کوئی چلاّئے، لوٹ کر اس کی آواز آتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ شاید پہاڑ کے طول وطویل سلسلے بول رہے ہیں حالاں کہ واقعہ ایسا نہیں بلکہ تم بول رہے ہو، آواز آ رہی ہے، تم خاموش ہو جاؤ تو آواز کا سلسلہ بھی ٹوٹ جائے۔ جو کچھ تمہاری آواز سے آواز پیدا ہو رہی ہے پہاڑ نہ ان کے معنی سے واقف اور نہ الفاظ کے سلسلوں سے معنی اٹھانے کی اس میں صلاحیت۔ بس یہی حال ان لوگوں کا ہے جو قرآن شریف کی تلاوت کئے جاتے ہیں اور اس کے بیان کردہ واقعات سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ حالاں کہ قرآن حکیم تو واقعات سناتا ہی اس لئے ہے کہ ان سے عبرت حاصل کی جائے۔ محض داستان سرائی مقصود نہیں، کوتاہ

نظروں کے اس طرز عمل کی شکایت کے بعد ''اہل سبا'' سے متعلق واقعہ کا آغاز ہوا۔فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اہل سبا کو سب ہی کچھ دیا تھا، رہنے کے لئے عمدہ اور آرام دہ مکانات، ہرے بھرے کھیت، نہریں، چشمے، ندی نالے، باغوں کے جھنڈ، پھل، پھول، میوے، کھانے پینے کی تمام چیزیں اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ پرسکون زندگی، لیکن ''اہل سبا'' نے خدا تعالیٰ کی ان تمام نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا بلکہ قدم قدم پر کفرانِ نعمت کا مظاہرہ کرتے رہے۔

فرمایا کہ وفا کے معاملہ میں کتا بھی ان سے اچھا ہی ہے، کتے کو دیکھو روکھا سوکھا ٹکڑا جس در سے مل جاتا ہے، عمر گزر جاتی ہے لیکن اس در کو چھوڑنا گوارہ نہیں، حالاں کہ کبھی ٹکڑا ڈالنے والا جھڑکتا ہے، دھتکارتا ہے، مارتا ہے، بھگاتا ہے، لیکن کتا ہے کہ اسی در پر سر ڈالے پڑا ہے، اس در کو چھوڑ کر دوسرے دروازے پر جانا اس کو پسند ہی نہیں۔

اور اگر کتا کبھی بھوک کی شدت میں جب مالک کے یہاں کچھ اس کو ملتا ہی نہیں، مالک کا دروازہ چھوڑ کر کسی دوسرے دروازے پر چلا بھی جاتا ہے تو کتے اس کے پیچھے اس طرح پڑ جاتے ہیں کہ جب تک اس کو اس کے مالک کے دروازے پر نہیں بھیجتے چین سے بیٹھتے نہیں۔فرمایا کہ دیکھ لو یہ کتے: ایک گم کردہ راہ کتے کو کس طرح تعلیم دیتے ہیں اور اس کی بے راہ روی پر کتنا سخت احتجاج کرتے ہیں۔

پرجوش انداز میں فرمایا کہ میاں کتے میں بھی جب وفا شعاری ہے تو انسان کے لئے کہاں زیبا ہے کہ وہ اپنے قدیم مالک سے بے وفائی کرے۔ارشاد ہوا کہ یہ وفا ہی ایک ایسا امتیازی وصف ہے جس پر خدا تعالیٰ نے کبھی فخر فرمایا۔قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَ مَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ.

خدا تعالیٰ سے بڑھ کر اپنے عہد و پیمان کو پورا کرنے والا کون ہے؟ پس تم اپنی اس خرید وفروخت پر مطمئن رہو جو تم نے اپنی جانوں کے بدلہ میں جنت کو خریدا ہے کیوں کہ وعدہ جو اس سلسلہ میں تم سے کیا گیا ہے وہ یقیناً پورا کیا جائے گا۔

فرمایا کہ کبھی اس پر بھی غور کیا کہ تعالیٰ کے تمہارے اوپر انعامات واحسانات کا سلسلہ کہاں سے ہے۔ منعم حقیقی کے یہ احسانات اس وقت سے ہیں جب سے کہ اس نے تمہاری ماں کے پیٹ میں نطفہ کی شکل میں تم کو قرار کیا۔دریافت فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ پہلے ہی دن سے کیا کیا پریشانیاں تمہاری ماں کو پہنچیں؟ اور نو دس ماہ تک کس طرح وہ تمہارے بوجھ کو اٹھائے پھری؟ پھر ان تمام تکالیف کو جو حمل کے زمانے میں اس کو

پیش آئیں کس خندہ پیشانی سے اس نے برداشت کیا؟ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کا احسان تھا کہ ماں کے قلب میں شدائد وتکالیف کو برداشت کرنے کا غیر معمولی جذبہ پیدا کردیا اور پھر ولادت کے وقت میں تمہارے جسم کو جو ماں کے جسم سے بالکل متصل تھا کس طرح جدا کیا۔ پر جوش لب ولہجہ میں ارشاد ہوا کہ میاں بیماریاں جو انسان پر آتی ہیں ان کے تصور سے بھی آدمی گھبرانے لگتا ہے، مثلاً اگر کسی کے سر میں درد ہو اور پھر اچھا ہوجائے تو سر کے درد سے اس کی نفرت کا کیا عالم ہوتا ہے تو تم نے سوچا بھی کبھی کہ ماں کو تمہاری وجہ سے جو تکلیف پہلے دن سے ولادت تک اور پھر ولادت کے وقت میں خاص طور پر پہنچی لازمی نتیجہ تو اس کا تم سے نفرت تھی، لیکن ہوا یہ کہ تمہارا وجود ماں کی نظر میں سب سے زیادہ عزیز بن گیا اور پھر پیدا ہونے سے پہلے ماں کی چھاتیوں میں تمہارے لئے دودھ کا ذخیرہ جمع کردیا اور اس جمع شدہ ذخیرہ کو تم پر خرچ کرنے کا جذبہ بے اختیار ماں کے قلب میں ڈال دیا۔ فرمایا کہ کبھی کبھی دودھ پلانا بچہ کے لئے مضر ہوتا ہے اور طبیب منع بھی کردیتا ہے، لیکن ماں چھپ چھپ کر کس طرح دودھ پلاتی ہے اور جب دودھ چھڑانے کا وقت آتا ہے تو بچہ کی بے قراری پر اس سے زیادہ خود بے چین ہوتی ہے۔ فرمایا کہ میاں تم سمجھتے ہو کہ یہ سب باتیں کچھ خاص اسباب کی پیدا کردہ ہیں، بس یہی تمہارے فکر کی لغزش اور بے راہ روی ہے۔ ارے میاں تم کو کیا معلوم:

حق ہزاراں صنعت وفن ساختت ☆ تا کہ مادر بر تو مہر انداختت

یعنی یہ تمام باتیں کچھ فطری اسباب کا نتیجہ نہیں، بلکہ خدا تعالیٰ کو نہ جانے کتنی تدابیر کرنا پڑی ہیں جب کہیں ماں کے سینہ میں اولاد کے لئے محبت وشفقت کا یہ جذبہ پیدا ہوا۔ پس

پس حق حق سابق از مادر بود ☆ ہر کہ آں حق را نداند خر بود

یعنی نادانی وحماقت کی تمام اقسام وانواع گدھے کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اور ظاہر ہے کہ حقوق کی طرف سے غفلت کرنے والا بھی ایک بڑی حماقت اور نادانی کا مظاہرہ کررہا ہے اور کیوں کہ خدا تعالیٰ کے حقوق یہاں کے واجبی حقوق سے بھی مقدم ہیں، اس لئے خدا تعالیٰ کے حق نعمت کو فراموش کرنے والے سے بڑھ کر گدھا کون ہوگا؟ مضمون کی مناسبت سے مولانا کا ذہن بے اختیار خدا تعالیٰ کی حمد وثنا، اس کی لامتناہی نعمتوں کے شکر کی طرف متوجہ ہوگیا۔ مولانا کے حقیقت نگار قلم نے خدا تعالیٰ کی ان نعمتوں کا ذکر کیا، واقعۃً جن کی جانب کبھی ذہن کو التفات بھی نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ اکثر وبیشتر دنیا کی نعمتوں کو اپنی ذاتی جدوجہد کا نتیجہ ہی قرار دے رہے ہیں اور تھوڑے بہت جو ان انعامات کا سلسلہ خدا تعالیٰ سے قائم کرتے ہیں وہ بھی گنی چنی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے سمجھتے ہیں۔ مولانا نے بتایا کہ تمام ہی انعامات خدا تعالیٰ کی

طرف سے ہیں اور بلکہ وہ بھی ہمارے حق میں انعامات ہی ہیں جن کو بظاہر ہم اپنے لئے مصائب باور کرتے ہیں۔ارشاد ہوا کہ میاں! خدا تعالیٰ پر جفا کی تھی لیکن انہوں نے اس ''جفا'' کا بدلہ بھی ''وفا'' سے دیا۔

پر جوش طریقہ پر دریافت فرمایا کہ بتاؤ کیا یہ ارحم الراحمین ہونے کا ثبوت نہیں ہے کہ جفا کا بدلہ بھی جفا سے نہیں بلکہ وفا سے دیا جارہا ہے۔ارشاد ہوا کہ گاہے گاہے اگر ہماری بداعمالیوں پر کچھ تنبیہ کی جاتی ہے تو وہ بھی گویا ہم کو نقصان سے نکال کر نفع اور نقص سے علیحدہ کر کے کمال کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے جیسا کہ ماں باپ اپنی اولاد کی بےعنوانیوں پر گرفت کرتے ہیں بلکہ اکثر تنبیہاً دو چار طمانچہ بھی لگا دیتے ہیں۔دنیا کا کوئی بھی عقل منداس کو ماں باپ کا اولاد پر ظلم نہیں کہے گا،تو خدا تعالیٰ کو تو مخلوق اولاد سے بھی بڑھ کر عزیز ہے اور ماں باپ کی اولاد سے محبت خدا تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کا ایک ناقص پرتو ہے،تو خدا تعالیٰ جو تنبیہ وسرزنش کی صورتیں بدعمل مخلوق کے ساتھ کبھی کبھی اختیار کرتے ہیں ان کو ظلم کہنا کیسے صحیح ہوگا؟

فرمایا کہ میاں! اس دنیاوی زندگی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے چند فرائض انسان پر عائد ہیں،اگر ان فرائض کو انسان ادا کرتا رہے تو عبد ہونے کا مظاہرہ کرتا ہے اور اگر نہیں کرتا تو دل پر ایک قبض کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔بدعملی جس کا حاصل ''ترک عبدیت'' ہے اور جس کے نتیجہ میں قبض پیدا ہوتا ہے،تنبیہ اس پر اس لئے کی جاتی ہے کہ عبدیت کے خلاف یہ طور وطریق اختیار نہ کرو اور وہ عہد جو تم نے ہم سے عبد ہونے کا کیا ہے اس کو مت توڑو۔

چوں جفا آری فرستد گوشمال ۞ تاز نقصان واردی سوئے کمال
چوں تو دردی ترک کردی در روش ۞ بر تو قبضے آید از رنج و تپش
آں ادب کردن بود یعنی مسکن ۞ ہیچ تحویلے، ازاں عہد کہن

مقصود اس تنبیہ کا یہ ہوتا ہے کہ میاں! بدعملی سے آج تو قبض کی کیفیت بپا ہوئی لیکن یاد رکھئے کہ اگر بدعملی پر اسی طرح اصرار رہا تو یہی قبض کی کیفیت ایک مسلسل زنجیر بنتی چلی جائے گی اور دنیوی زندگی سے لے کر اخروی زندگی کے تمام مراحل میں تمہارے پاؤں کے لئے اذیت دہ زنجیر ثابت ہوگی اور اس طرح وہ چیز جو آج غیر محسوس ہے یعنی بدعملیوں سے تیار ہونے والی زنجیر کل کی زندگی میں ایک محسوس ومشاہد چیز بن کر سامنے آجائے گی،گویا کہ آج جو تکلیف زیادہ سے زیادہ ذہنی ہے وہی رنج محسوس وفاش ہو کر رہے گا۔

فرمایا کہ یاد رکھو گناہوں سے دل پژمردہ ہوجاتا ہے اور دنیاوی زندگی مکدر ہو کر رہتی ہے۔ارشاد ہوا کہ حماقت کی انتہا ہے کہ دنیا کی زندگی میں جو غم وآفات پیش آرہے ہیں منسوب ان کو زید وعمر کی طرف کردیا

جاتا ہے، یعنی کہنے والے کہہ دیتے ہیں کہ یہ تکلیف زید نے پہنچائی اور یہ آزار عمر سے پہنچا، اس کی حرکت یوں سوہانِ روح بنی، وہ اس طرح تڑپا رہا ستا رہا ہے، حالاں کہ زید و عمر سے کوئی بھی تکلیف نہیں پہنچ رہی ہے بلکہ اپنے ہی سیاہ اعمال کی پاداش نے جو زید و عمر سے تکلیف کی صورت میں ملتی چلی جا رہی ہے۔

ارشاد ہوا کہ چور کو دیکھا ہے، کتنا جری اور نڈر کیوں نہ ہو، تاہم جب چوری کرتا ہے تو کیسے اس کا دل پریشان ہوتا ہے، ڈرتا ہے، گھبراتا ہے، وہ سوچتا ہے کہ ہے کیا بات، میرا دل کیوں پریشان ہے؟ ارے ظالم، مظلوم کی آہیں ہیں جو تجھ کو چین سے نہیں بیٹھنے دے رہی ہیں، لیکن اس حقیقت پر تیری نظر ہی نہیں۔ بہر حال چور پر اپنے مذموم اقدام کے بعد جو تنگی کی کیفیت طاری ہوتی ہے معلوم اس سے یہی ہوا کہ برے کام سے دل پر ایک اثر ہوتا ضرور ہے، اگر کسی نے اس برے کام کو چھوڑ دیا تو فبہا، اور اگر برابر وہ کام جاری رہا تو یوں سمجھو کہ بدعملی سے ایمان وحسنِ عمل کا ذخیرہ کو کھا جانے والی آگ جو لگی تھی اس کو ہوا دے کر اور مشتعل کیا جا رہا ہے:

چوں بدین قبض التفاتے کم کند ☆ باد اصرار آتشش را دم کند

فرمایا کہ میاں! یہ دل تنگی جو گناہوں کے اثرات میں پیدا ہوتی ہے ایک جڑ ہے اور جانتے ہو کہ درخت کی جڑیں جم جاتی ہیں تو پھر اس کے برگ و بار بھی خوب پھلتے ہیں تو گویا کہ قبض وبسط ابتدا میں پوشیدہ جڑیں تھیں، جو اندر ہی اندر اپنی جگہ بنا رہی تھیں اور بعد میں پھوٹ کر سامنے آگئیں اور پھر خوب پھیل گئیں۔ یاد رکھو کہ اگر کسی برائی کا بیج کاشت کیا ہے تو پہلے ہی لمحہ میں اس کو قطع و برید کرنے کی فکر کرو، کیوں کہ اگر برائیاں جڑ پکڑ چکیں تو پھر ان کو ختم کرنا مشکل کیا ممکن ہی نہ ہوگا اور حسنِ عمل سے جو بسط وانبساط پیدا ہوتا ہے تو اس کو خوب پانی دو، یعنی مزید حسن عمل کرتے چلے جاؤ اور جب حسن عمل میوہ لائے تو دوسروں کو بھی دو یعنی اپنے کمالات سے دوسروں کو باکمال ہونے کا موقع دو، پس یہی گر ہیں جن پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

قبض دیدی چارۂ آں قبض کن ۞ زانکہ سرہا جملہ می روید زبن

بسط دیدی بسط خود را آب دہ ۞ چوں برآید میوہ با اصحاب دہ

اہل سبا کی جو داستان شروع ہوئی تھی اس کی مناسبت سے حقائق ومعارف کے یہ درنایاب مولانا نے اہل نظر کے لئے پیش کئے اور داستان اہل سبا کی باقی رہی۔

……✦……

بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس

جانشینِ فخر المحدثین حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری مدظلہ کی یہ تقریر جامعہ ہذا میں منعقد ماہ شعبان شبِ برأت میں تکمیلِ بخاری شریف کے موقع پر ہوئی۔ جامعہ کے استاذِ حدیث و نائب ناظمِ تعلیمات مولانا سید فضیل احمد ناصری صاحب نے اسے بروقت قلم بند کیا۔ انہیں کی ترتیب وتخریج سے یہ اہم تقریر نذرِ قارئین ہے۔(ادارہ)

جانشینِ فخر المحدثین حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری مدظلہ
شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ امام محمد انور شاہ، دیوبند

الحمد لله و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی. امابعد

سامعین کرام! احادیث میں آتا ہے کہ پیغمبرِ صادق ﷺ جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو صحابۂ کرام اس طرح خاموش اور بے حس وحرکت سماعت کرتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، لہٰذا آپ بھی اس کے وقار کا خیال رکھیں اور اطمینان وسکون سے احادیث سماعت فرمائیں! معلوم ہے کہ بخاری شریف آپ ﷺ کے اقوال، ارشادات اور حیاتِ طیبہ کا عظیم ترین ذخیرہ ہے۔ ہمارے لیے مقامِ مسرت یہ بھی ہے کہ شبِ برأت جیسے بہترین موقع پر اس عظیم کتاب کی تکمیل ہو رہی ہے۔ یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، ہر عہد کے بڑے بڑے علما یہ کہتے آئے ہیں کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب یہی ہے۔ اللہ نے اسے شانِ قبولیت سے نوازا۔ اس کی مقبولیت کی اصل وجہ اخلاصِ نیت ہے۔ یہ اسی سوزِ دروں کی برکت ہے کہ زائد از ہزار سال سے اہلِ علم اس پر خصوصی توجہ دے رہے ہیں۔ اس کا درس اہتمامِ شان کے ساتھ دیتے آئے۔ اسلامی تاریخ میں اب تک ہزاروں لاکھوں کتابیں لکھی گئیں، ان میں سے بے شمار وہ بھی ہیں جن کے نام بھی اب خواص تک کو معلوم نہیں۔ لاتعداد کتابیں مسلسل چھپ رہی ہیں، مگر ان کی ورق گردانی الا ماشاء اللہ ہوتی ہے، لیکن بخاری الامام کی یہ لازوال تصنیف تسلسل کے ساتھ پڑھی اور

پڑھائی جارہی ہے۔اس کی شرحیں لکھی جارہی ہیں اوران کی تعداد بھی سیکڑوں سے تجاوز کرگئی۔اس کا چرچا عام ہے۔افادہ واستفادہ جاری ہے۔علمی محفلیں اس کی وجہ سے گرم ہیں۔بازارِعلم میں رونق اسی کے دم سے قائم ہے۔اس قبولیت وشہرتِ دوام میں اخلاص کی برکت کارفرما تو ہے ہی،امام بخاری نے جس شان اور اہتمام سے اس کومرتب کیا وہ المزیداورالمضاعف ہے۔صحیح ترین حدیثوں کا ایسا ذخیرہ روئے زمین پر پایا نہیں جاتا۔اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ ایک جامع کتاب ہے۔مسند الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس کتاب میں فقہ واحکامِ فقہ،سیر ومغازی،تفسیر،وجدانیات وروحانیات اور اخلاق وآداب کے مختلف شعبوں کی روایات کوجمع کردیا ہے۔صرف یہی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ایمان و عقائد کی روایات کو بھی کتاب کا حصہ بنایا ہے۔انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسانہیں ہے جس کے بارے میں کسی نہ کسی عنوان کے ساتھ رئیس المحدثین نے روایات پیش نہ کی ہوں۔محدثین کی اصطلاح میں الجامع اسی کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں صرف احکام کی روایات نہ ہوں، بلکہ ایمانیات،تفسیر،اخلاقیات اور دیگر ضروری شعبوں کی روایات وابواب بھی اس کا حصہ ہوں اوراس حوالہ سے بخاری شریف کوصحیح معنوں میں الجامع کا مقام حاصل ہے۔

ایک بادشاہ کا واقعہ

واقعات میں ہے کہ بادشاہِ وقت نے حجام کوطلب کیا اورحجامت کرائی۔بادشاہ اس کی کارکردگی سے خوش ہوا اوراس نے انعام سے نوازا۔سلطان نے کہا کہ تم نے ہمیں خوش کیا ہے،اس لیے میں تمہیں ایک خطاب دے رہا ہوں۔آج سے تم رئیس الحجامین ہو۔وہ حجام خوش خوش بیوی کے پاس گیا۔اپنی اس کامیابی کی مسرور کن داستان سنائی۔اس کے سامنے پوری بات نقل کی،مگر شریکِ حیات نے خوشی کا کچھ خاص اظہارنہیں کیا۔شوہر نے کہا:تم بھی عجیب ہو،تم نے خوشی کا اظہارتو کیا،مگر مسرت جیسی ہونی چاہیے وہ نظرنہیں آئی،ایسا کیوں؟ بیوی نے کیا ہی نکتہ آفریں جواب دیا: تاجدار!بات یہ ہے کہ یہ لقب حجاموں نےنہیں دیا، بلکہ ایک ایسے بندے نے دیا ہے جس کا آپ کےفن سے کوئی تعلق نہیں۔اگرشہر کے سارے حجام جو اس فن کی باریکیوں سے واقف ہیں وہ یہ لقب دیتے تو یہ مقام واقعی خوشی کا تھا۔

امام بخاریؒ کو یہ خطاب غیر متعلقین نےنہیں دیا

کہنا یہ ہے کہ امام بخاری اسی عہدساز کتاب کی وجہ سے امیر المومنین فی الحدیث کہلائے۔خاص بات

یہ ہے کہ ان کو یہ خطاب غیر متعلق افراد نے نہیں دیا، بلکہ ان کے سر پر تاجِ خسروی رکھنے والے وہ لوگ تھے جو اپنے اپنے عہد میں اس فن کے امام کہلائے۔علوم ومعارف کے جبال تسلیم کئے گئے۔کمالات وامتیازات کی چوٹی پر رہے۔ابن حجر جیسا امام المحدثین کہتا ہے: امام بخاری رحمہ اللہ علم کے پہاڑ ہیں اور حدیث وفقہ کی دنیا میں انہیں امامت حاصل ہے۔(تقریب التہذیب)

امام ذہبی نے کہا: وہ شیخ الاسلام اور امام الحفاظ ہیں۔(تذکرۃ الحفاظ)

امام اہل السنہ احمد بن حنبل کا تبصرہ ہے: میں نے خراسان میں محمد بن اسماعیل (البخاری) جیسا کوئی نہیں پایا۔(تاریخ بغداد)

امام خطیب بغدادی فرماتے ہیں: وہ علمِ حدیث کے امام ہیں۔(تاریخ بغداد)

امام عراقی کی رائے ہے کہ وہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔(طرح التثریب فی شرح التقریب)

علی ابن مدینی کا تجزیہ ہے: امام بخاری نے خود بھی اپنے جیسا شخص نہیں دیکھا تھا۔

امام مسلم رحمہ اللہ جو امام بخاریؒ کے شاگرد بھی تھے اور آپ سے بے پناہ محبت بھی کرتے تھے۔انہوں نے امام بخاری کے روبرو امیر المومنین فی الحدیث قرار دیا اور فرمایا کہ ان سے دشمنی وہی شخص رکھ سکتا ہے جو حاسد ہو۔میں شہادت دیتا ہوں کہ دنیا میں ان کا ثانی موجود نہیں ہے۔

امام ترمذی کا قول یہ ہے: میں نے عراق اور خراسان میں امام بخاری سے بڑھ کر احادیث کی تاریخ و اسانید کی معرفت کوئی شخص نہیں دیکھا۔

امام ابن خزیمہ کو بھی سن لیجیے: میں نے آسمان کے نیچے محمد بن اسماعیل بخاری سے بڑھ کر حدیث کا حافظ وعالم نہیں دیکھا۔

بخاری شریف کا مقامِ بلند

امام بخاری کی طرح ان کی یہ کتاب بھی تلقی بالقبول حاصل کرنے میں بے نظیر شان رکھتی ہے۔انہوں نے ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل کیا، دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد حدیثیں قلم بند کیں۔اس طرح معرکے کی یہ کتاب سولہ سال میں رونق افروزِ عالم ہوئی۔پھر احتیاط کا عالم یہ کہ لکھنے کے بعد اس دور کے محدثین کو دکھایا۔جنہوں نے دیکھا انہوں نے اعتماد بھی کیا۔ہدی الساری مقدمہ فتح الباری میں ہے کہ:

جب امام بخاری نے اپنی 'صحیح' مکمل کر لی تو انہوں نے اس کتاب کو امام علی بن مدینی، امام احمد بن

حنبل، امام یحییٰ بن معین وغیرہ پر پیش کیا تو انہوں نے اس کتاب کو عمدہ کتاب قرار دیا اور سوائے چار احادیث کے بقیہ تمام روایات کی صحت کی گواہی دی۔(۱)

علی ابنِ مدینی اور امام احمد بن حنبل کی محدثانہ حیثیت

علی بن مدینی اور امام احمد حنبل جیسے عظیم المرتبت محدثین کا علمی مقام جاننا ہو تو محدثین کے یہ چند تبصرے کافی وافی ہوں گے۔ امام نسائیؒ، علی ابنِ مدینیؒ کی ثقاہت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ثقة مامون احد الائمة فی الحدیث (تہذیب التہذیب، جز7، ص356)

وہ ثقہ، مامون اور ائمہ حدیث میں سے ایک تھے۔

ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں:

قال ابوزرعه لایرتاب فی صدقه (الجرح والتعدیل، جز1، ص320)

ابوزرعہ نے فرمایا کہ امام علی مدینی کے صدق میں شک نہ کیا جائے۔

امام عبدالرحمن بن مہدی ان کی علمی شان کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ابن المدینی اعلم الناس بحدیث رسول اللهﷺ(و خاصة بحدیث ابن عیینه) (تہذیب الاسماء واللغات جز1، ص320)

امام ابن المدینی لوگوں میں سے حدیث رسول کے زیادہ عالم تھے اور خاص طور پر وہ سفیان بن عیینہ سے روایت کردہ حدیثوں کے سب سے زیادہ عالم تھے۔

امام داؤدؒ سے پوچھا گیا: **احمد اعلم امر علی قال علی اعلم باختلاف الحدیث من احمد** (تاریخ الاسلام، جز17، ص278)

کیا امام احمد بن حنبل زیادہ عالم ہیں یا علی تو انہوں نے جواب ارشاد فرمایا کہ علی بن مدینی اختلاف حدیث کے اعتبار سے امام احمد سے زیادہ عالم ہیں۔

امام احمد بن حنبل کا کیا کہنا! وہ ایک صاحبِ مذہب فقیہ و مجتہد ہونے کے ساتھ جلیل القدر محدث بھی تھے۔ ان کا محدثانہ مقام بھی کسی اہلِ علم سے ڈھکا چھپا نہیں۔

---

(۱) **لما صنف البخاری کتاب الصحیح عرضه علی ابن المدینی و احمد بن حنبل و یحی بن معین و غیرهم فاستحسنوه و شهدوا له بالصحة الا اربعة احادیث.** (ہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص:۴۹۱، دارنشر الکتب الاسلامیۃ، لاہور)

حافظ ابن حبان فرماتے ہیں: ”**و كان حافظاً متقناً و رعاً فقيهاً، لازماً للورع الخفي، مواظباً على العبادة الدائمة، به أغاث الله جل (و) علا أمة محمد ﷺ، و ذاك أنه ثب في المحنة و بذل نفسه لله عز و جل حتى ضرب بالسياط للقتل فعصمه الله عن الكفر و جعله علماً يقتدى (به) و ملجأ يلتهى إليه.**“

وہ (امام احمد بن حنبل) ثقہ، حافظ، نیک (اور) فقیہ تھے۔ خفیہ پرہیزگاری اور دائمی عبادت کو لازم پکڑتے تھے، اُن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ (صلی اللہ علیٰ صاحبہا وسلم) کی مدد فرمائی۔ یہ اس طرح کہ وہ آزمائش میں ثابت قدم رہے اور اپنے آپ کو اللہ کے لئے وقف کر دیا اور قتل (شہادت) کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ کو کوڑے مارے گئے، اللہ نے آپ کو کفر سے بچا لیا اور قابلِ اقتدا نشان بنایا۔ آپ ایسی پناہ تھے کہ لوگ آپ کے پاس پناہ لیتے تھے۔ (الثقات لابن حبان، ج ۸، ص: ۱۸، ۱۹)

امام احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ) نے فرمایا: ”**(ثقة) ثبت في الحديث، نزه النفس، فقيه في الحديث، متبع، يتبع الآثار، صاحب سنة خير.**“

آپ (امام احمد) حدیث میں (ثقہ) ثبت تھے۔ پاکیزہ نفس والے اور حدیث میں فقیہ تھے۔ آثار (احادیث) کی اتباع کرنے والے متبع، صاحبِ سنت (سنی اور) نیک تھے۔

(الثقات للعجلی ۹، تاریخ بغداد، ج ۴، ص: ۴۱۵، وسندہ صحیح، والزیادۃ منہ)

محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البصری البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۰ھ) نے کہا: **وهو ثقة ثبت، صدوق كثير الحديث**“ اور وہ ثقہ، ثبت، سچے (اور) بہت حدیثیں بیان کرنے والے تھے۔

(طبقات ابن سعد، ج ۷، ص: ۳۵۴)

بخاری شریف کے بارے میں امام نوویؒ کا فیصلہ

بخاری شریف پر ان محدثین کا یہ خیال اس کتاب کی عظمت فہمی کے لیے کافی ہے۔ مسلم شریف کے شارح شرف الدین نووی نے کہا:

علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کے بعد کتابوں میں سب سے صحیح کتاب صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہے، اور امت نے اسے قبول کیا ہے۔ ان دونوں میں صحیح ترین کتاب صحیح بخاری ہے، جس میں صحیح مسلم

سے زیادہ فوائد پائے جاتے ہیں۔(١)

امام بخاری نے پوری توانائی صرف کردی

اس کتاب پر بڑے بڑوں سے داد وتحسین یوں ہی نہیں مل گئی، بلکہ اس کے لیے انہیں کوہ کنی اور صحرا نوردی سے گزرنا پڑا۔ بے مثال محنت، تدین، تقویٰ اور اپنے اخلاص سے اس کو جمع کیا۔ اس کے لیے اپنی خوب صورت جوانی، اپنی طاقتیں اور پوری توانائیاں صرف کردیں:

رنگ لاتی ہے حنا پتھر سے گھس جانے کے بعد
سرخ رو ہوتا ہے انساں ٹھوکریں کھانے کے بعد

قیامت کے دن اعمال کا وزن ہوگا

امام بخاری نے اس باب کا آغاز اس آیت سے کیا: **ونضع الموازين القسط.**

اس کے بعد فرمایا: **وأن أعمال بنی آدم وقولهم یوزن، وقال مجاهدٌ :القسطاس العدل بالرومية، ويقال :القسط مصدر المقسط، وهو العادل، وأما القاسط فهو الجائر.**

یعنی قیامت کے دن ہم ٹھیک ترازو رکھیں گے اور آدمیوں کے اعمال اور اقوال ان میں تولے جائیں گے۔ مجاہد نے کہا کہ **قسطاس** کا لفظ جو قرآن شریف میں آیا ہے رومی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی عدل کے ہیں۔ **قسط** بالکسر مصدر ہیں **مقسط** کا، مقسط کے معنی عادل اور منصف کے ہیں اور سورۃ الجن میں جو **قاسطون** کا لفظ آیا ہے وہ **قاسط** کی جمع ہے، مراد ظالم اور گنہگار ہیں۔

(صحیح البخاری رکتاب التوحید رحدیث:7563)

اس آیت کی روشنی میں امام بخاریؒ نے دعویٰ کیا کہ قیامت کے دن اعمال کا وزن ہوگا۔ عقل پرستوں نے اشکال کیا کہ بھلا اعمال کا وزن کیسے ممکن ہے! دشمنِ اسلام ہمیشہ یہ کرتے ہی رہیں گے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا:

---

(١) اتفق العلماء رحمهم الله على أن أصح الكتب بعد القرآن العزيز الصحيحان البخاری ومسلم وتلقتهما الامة بالقبول وكتاب البخاری أصحهما وأكثرهما فوائد ومعارف ظاهرة وغامضة وقد صح أن مسلما كان ممن يستفيد من البخاری ويعترف بأنه ليس له نظير فی علم الحديث وهذا الذی ذكرناه من ترجيح كتاب البخاری هو المذهب المختار الذی قاله الجماهير وأهل الاتقان والحذق والغوص على أسرار الحديث.

نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی، نہ حریفِ پنجہ فگن نئے

وہی فطرتِ اسد اللہی، وہی مرحبی وہی عنتری

انداز اور اطوار بدل بدل کر اسلام کے دشمن آتے رہے اور آتے رہیں گے۔ اہلِ علم نے ہمیشہ جوابات دیے اور دیتے رہیں گے۔ حقیقی مومن وہ ہے جو ماجاء به النبی پر ایمان لاتا ہے۔ الذین یومنون بالغیب بھی یہی کہتا ہے۔ بخاری الامام نے کتاب کا آغاز بدء الوحی سے کر کے اشارہ کیا کہ جو کچھ بیان کروں گا اس کا تعلق وحی سے ہے۔ دشمنانِ حق اسلامی تعلیمات کو کیسے قبول کر سکتے ہیں۔ قرآن نے کہہ دیا کہ ہم ترازو قائم کریں گے تو ہمارا ایمان ہے کہ قائم ہوگی۔ یہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے، یہ اصدق القائلین کا قول ہے۔ اعمال کا جسم نہیں تو وزن کیسے ہوگا؟ یہ بے کار اشکال ہے۔ ہر لمحہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ آدمی موجود ہے اور دنیا سے جا رہا ہے۔ نابود سے بود ہو رہا ہے۔ بود سے نابود۔ اچھا خاصا صحت مند بندہ دنیا سے گزر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وزنِ اعمال پر اشکال بے بصیرت لوگ کرتے ہیں۔ اللہ تو وہ ہے جو رات کو دن میں اور دن کو رات میں بدل دیتا ہے۔ موسم کی تبدیلی بھی اسی کے اشارے پر ہے۔ وہ وزنِ اعمال پر کیسے قادر نہیں ہوگا۔ آج سائنس یہاں تک پہونچ گئی کہ موسم کا درجۂ حرارت ناپ لیا جاتا ہے۔ گرمی کتنی ڈگری ہے، سردی کا وزن کیا چل رہا ہے۔ بخار کس پوزیشن میں ہے۔ جب کہ موسم اور بخار کا کوئی جسم نہیں ہوتا، تو مالک الملک، خالقِ کائنات اعمال کا وزن کیوں نہیں کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جسم عطا فرما دیں گے اور اعمال کو بھی جسم دے کر اس کو وزن کر دیں گے۔

بخاری شریف کی آخری حدیث

حدیث پر فنی اور علمی مباحث ہیں اور اہلِ علم نے سیر حاصل گفتگو کی ہے، مگر یہاں وقت محدود ہے اور انتظامیہ کی جانب سے پابندی عائد ہے، نیز عام لوگوں کی رعایت بھی ملحوظ خاطر ہے، اس لئے مختصر طور پر چند باتیں عرض کی گئیں ہیں۔ اب بخاری شریف کی آخری حدیث سند کے ساتھ سماعت فرمائیں۔ امام بخاری کہتے ہیں:

حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ، سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ."

ہم سے احمد بن اشکاب نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن فضیل نے، ان سے عمارہ بن قعقاع نے، انہوں نے ابوزرعہ سے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں بوجھل اور باوزن ہوں گے، وہ کلمات مبارکہ یہ ہیں **سبحان اللّٰہ و بحمدہ، سبحان اللہ العظیم**. (صحیح البخاری/کتاب التوحید/حدیث 7563)

دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں

ہادیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: **کلمتان حبیبتان الی الرحمن**. یہ دو کلمے اللہ کو محبوب ہیں۔ **خفیفتان علی اللسان**، زبان پر ہلکے پھلکے ہیں۔ اتنے ہلکے پھلکے کہ ان کا تلفظ ہر آدمی ادا کرسکتا ہے۔ پڑھا لکھا بھی، جاہل اور ان پڑھ بھی۔ **ثقیلتان فی المیزان** ترازو میں انتہا سے زیادہ بھاری ہوں گے۔

دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے کہ ان کلموں کی مثال ایسی ہے جیسے ہاپوڑ کے پاپڑ۔ ہاپوڑ کے پاپڑ میں کوئی وزن نہیں ہوتا۔ پھونک دو تو ہوا میں اڑ جائیں، لیکن پیٹ میں جاتے ہی بھاری ہو جاتے ہیں۔ یہی حال ان کلموں کا ہے، زبان پر بڑے ہلکے پھلکے، مگر میزانِ عمل میں بڑے ہی باوزن ہوں گے۔ وہ دو کلمے یہ ہیں: **سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم**.

طلبہ سے خطاب

عزیز طلبہ! آپ کی رسمی طالب علمی ختم ہوگئی، مگر ابھی سمندر میں نہیں اترے، ابھی آپ ساحل پر کھڑے ہیں۔ اب یہاں سے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے۔ حالات آئیں گے۔ آفتیں پریشان کرنا چاہیں گی، مگر آپ کو پامردی کا مظاہرہ کرنا ہے:

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

مرد وہ ہوتا ہے جو دریا کے بہاؤ کے خلاف تیر کر مخالف سمت نکل جائے۔ جو موافق حالات کا انتظار کرتا ہے وہ مرد نہیں ہے، شاعر نے اسی کی ترجمانی اس طرح کی ہے:

وہ مرد نہیں جو ڈر جائے ماحول کے خونی منظر سے
جس دور میں جینا مشکل ہو اس دور میں جینا لازم ہے

حضور ﷺ اور صحابہ کے صعوبتوں بھرے حالات ہمارے سامنے ہیں۔انہوں نے قربانیاں دیں۔ اب آپ کو یہ کام کرنا ہے۔انبیاء کے وارثین بھی ان حالات سے گزریں گے جن سے انبیاء علیہم السلام گزرے۔مشکلات، حوادثات، الجھنیں، پیچیدگیاں ان کا بھی تعاقب کریں گی۔علم، معلومات، مطالعہ، تقریر، تدریس اپنے آپ کو ہر طرح تیار رکھیے۔مطالعہ بنیادی چیز ہے۔مفید اور گراں قدر کتابوں کو اپنے مطالعے میں رکھیے! اپنے مومنانہ کردار کو نمایاں کیجیے! آپ کے کسی بھی عمل سے اسلام کی رسوائی نہ ہو۔اپنے ادارے کو یاد رکھیے۔اس ملک کو یاد رکھیے! آپ کی بقا میں اس کی بقا مضمر ہے اور ملک کی بقا میں آپ کی بقا۔ جس دن آپ نہیں رہیں گے ملک بھی فنا ہو جائے گا۔ ملک کی تعمیر میں معاون اعمال انجام دیجیے ! حضور ﷺ کی زندگی ہمارے لیے نمونہ ہے۔ہمیں کسی سے بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔اپنے کردار کو درست کیجیے! منزل آپ کی منتظر ہے۔لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں۔

ظلم اپنے عروج پر ہے

دنیا کا رخ کیا سے کیا ہو گیا۔دشمنانِ اسلام کی ستم رانیاں کسی دور میں کم نہیں تھیں، مگر اب جو کچھ ہے وہ تاریخ کا بھیناک دور ہے۔ظلم اپنے عروج پر چل رہا ہے۔فلسطین میں چالیس سے پچاس ہزار لوگ شہید ہو چکے ہیں۔زخمیوں کی تعداد تو شمار سے باہر ہے۔مکانات کھنڈرات بن گئے۔اسکول اور ہسپتال بھی ملبے میں بدل گئے۔غذائی قلت، بھوک پیاس کی شدت ساری حدیں پار کر چکی۔بے بھوک سے مر رہے ہیں۔ ہر طرح انتشار ہے۔بے مائیگی ہے۔ہاہا کار ہے۔کسمپرسی ہے۔آہ وفغاں ہے۔یہ حالات ہیں فلسطین کے۔ افسوس کہ انسانی حقوق کے علم بردار بھی ساحل پر کھڑے ہو کر طوفان کا نظارہ کر رہے ہیں، مگر ہمیں مایوس نہیں ہونا ہے۔اللہ تعالیٰ مالکِ کن فیکون ہیں۔وہ حالات کو بدلنے پر قادر ہیں۔ان شاءاللہ اس شر سے کوئی خیر جاری ہوگی اور خوش گوار خبریں ہماری سماعتوں کو گدگدائیں گی۔

جامعہ نے آپ کی خدمت کی۔اس دوران کوئی ناگوار بات پیش آئی ہو تو اسے یہیں ختم کر دیں۔شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے کہا کہ ختمِ بخاری کے موقع پر دعا قبول ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ 120 مرتبہ ہم نے تجربہ کیا، لہٰذا یقین کے ساتھ اللہ سے دعا مانگیے۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

……✦……

صحابۂ کرامؓ کے روزے

مولانا مجیب اللہ ندویؒ

اسلام کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ انسانی زندگی میں جو فکری و عملی انقلاب پیدا ہوا، اس کا اثر ایک خاص مدت کے بعد ختم نہیں ہو گیا بلکہ وہ دوام و تسلسل کے ساتھ آج تک باقی ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک اسی طرح باقی رہے گا۔ خواہ عملی لحاظ سے اس کا دائرہ پہلے کے مقابلے میں کچھ کم ہی کیوں نہ ہو جائے، لیکن بہر حال مٹے گا نہیں۔

اس انقلاب نے سب سے پہلے جس ذات گرامی کی وجہ سے اعجاز کی صورت اختیار کی وہ فداہ ابی وامی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات قدسی صفات تھی اور پھر آپ کے بعد جن برگزیدہ نفوس نے اسے دوام و تسلسل بخشا انہیں ہم صحابۂ کرامؓ کے نام سے یاد کرتے ہیں، جن کی سب سے بڑی خصوصیت خدائے قدوس نے رضی اللہ عنهم و رضوا عنه بتائی ہے۔

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو ہر مذہب اور ہر ملت میں فرض رہی ہے۔ خاص طور پر انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات میں تو اسے خصوصی بلکہ اساسی اہمیت حاصل رہی ہے۔ بعض انبیاء کے ذکر میں قرآن نے اس خصوصیت کا خاص طور پر تذکرہ کیا ہے۔ روزہ کی فرضیت ۲ھ میں ہوئی، لیکن نبی کریم ﷺ نے انبیائے سابقین کے اتباع میں اس فریضہ کی ادائیگی اس سے پہلے ہی سے شروع فرمادی تھی۔ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ روزہ فرض ہونے سے پہلے نبی کریم ﷺ عاشورہ کا روزہ خود بہ نفس نفیس رکھتے تھے اور صحابہ کو بھی اس کی تاکید فرماتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے اس فرض کی ادائیگی میں اپنے پورے ذوق وشوق کا اظہار کیا۔ ۲ھ میں پورے رمضان کے روزے فرض کئے گئے اور یہ آیتیں نازل ہوئیں:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ.

تمہارے اوپر بھی اسی طرح روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے والوں پر فرض کئے گئے

تھے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔

ایک طرف نبی کریم ﷺ نے ان آیات کے نزول اور روزہ کی فرضیت کا اعلان فرمایا۔ دوسری طرف آپ نے بذات خود اور صحابۂ کرام کی پوری جماعت نے اس کا ایسا عملی مرقع پیش کیا کہ اس کی مزید تفسیر کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی۔ بوڑھے ہوں یا جوان، عورتیں ہوں یا بچے، تقویٰ کی اس رفعت کو پانے کے لئے ایک ساتھ بڑھے جو روزہ کا اصلی مقصد ہے۔ کسی ایک روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ کسی صحابی یا کسی صحابیہ نے بغیر کسی شدید عذر شرعی کے کبھی قصداً روزہ ترک کیا ہو، حتی کہ سفر کی شدید صعوبتوں میں بھی وہ اس سے غافل نہیں رہتے تھے۔ ان کا یہ سفر ریل یا آرام دہ سواریوں کے ذریعہ ہندوستان یا پاکستان جیسے شاداب و آباد ملک کا سفر نہیں تھا، بلکہ یہ سفر اسی بے آب و گیاہ اور وادئ غیر ذی زرع کا تھا جس کی دوپہر کی دھوپ کی ایک ہلکی سی تمازت سے ہم بے ہوش ہو سکتے ہیں۔ صحابۂ کرام کے تذکروں میں آپ کو جہاں جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کے واقعات کا ذکر ملے گا وہیں یہ الفاظ بھی کثرت سے ملیں گے:

كان كثير الصلوٰة والصيام.

کثرت سے نماز پڑھتے اور روزے رکھتے تھے۔

صحابۂ کرامؓ کے روزہ رکھنے اور اس فرض میں کوتاہی ہو جانے کی صورت میں ان پر جو ندامت و شرمندگی، اضطراب و بے چینی طاری ہو جاتی تھی اس سے متعلق چند واقعات ملاحظہ فرمائیں:

ابتدا میں جب روزہ فرض ہوا تو نیند لگ جانے کے بعد کھانا پینا منع تھا، اس حکم سے عام صحابہ کو انتہائی دقت و تکلیف ہوتی تھی، اس لئے کہ یہ حضرات دن بھر محنت و مزدوری کر کے اپنی گزر اوقات کرتے، اگر تکان اور کسل کی وجہ سے کسی کو نیند لگ گئی تو اسے مسلسل دو دن کا روزہ رہ جانا پڑتا تھا، لیکن اس کے باوجود ان کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہ آئی اور وہ ہمیشہ امتثال امر میں آگے رہے۔

ایک بار حضرت صرمہ بن قیس جو کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے، دن بھر روزہ رکھے ہوئے کام کرتے رہے، شام کو تھکے ہوئے گھر آئے، بیوی سے افطار کے لئے کچھ مانگا۔ عام صحابہ کی طرح ان کے گھر میں بھی اس دن خدا کے نام کے علاوہ کچھ نہیں تھا، نیک بخت بیوی نے کہا: ذرا ٹھہریئے میں پاس پڑوس سے قرض، ادھار لے کر کچھ انتظام کر لیتی ہوں۔ وہ گھر سے باہر آ گئیں اور واپس آنے میں کچھ دیر ہوئی۔ حضرت صرمہؓ تھکے ہوئے تھے، انہیں نیند آ گئی۔ نیک بخت بیوی کچھ لے دے کر آئیں تو دیکھا کہ یہ سو چکے ہیں۔ چوں کہ اب کھانے پینے کا موقع ختم ہو چکا تھا، اس لئے بیدار ہونے کے بعد بھی وہ کچھ کھا نہ سکے۔ دوسرے دن پھر

اسی حالت میں روزہ رکھے ہوئے کام دھندے کے لئے نکل گئے۔ دو دن کا متصل فاقہ، اس پر کام کی محنت و مشقت، دو پہر ہوئی تو بھوک کی شدت سے بے ہوش ہو گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس واقعہ کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو کی گئی تو اس کے بعد یہ آیتیں اتریں:

وَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (سورۂ بقرہ)

اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک کہ صبح کی سفید لکیر رات کی سیاہ لکیر سے ممتاز نہ ہو جائے، یعنی صبح صادق نہ ہو جائے۔

دو جنگیں ''غزوۂ بدر'' اور ''فتح مکہ'' رمضان المبارک ہی کے مقدس مہینے میں پیش آئیں۔ غزوۂ بدر کے بارے میں صرف اتنا ذکر ملتا ہے کہ خود نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ روزے سے تھے، آپ نے بدر پہنچ کر اعلان کرایا:

اے لوگو! اپنے روزے توڑ ڈالو!

اس پر بھی بعض صاحب عزیمت صحابہؓ نے روزے پورے ہی کر ڈالے۔ فتح مکہ کے بارے میں یہ تصریح ملتی ہے کہ آپ نے اور صحابۂ کرامؓ نے مکہ کے بالکل قریب پہنچ کر افطار کیا۔ فتح مکہ کے دن آپ کے جلو میں دس ہزار صحابہ تھے، ان کو افطار کی اجازت تھی، لیکن یہ قدسی نفوس خدا کے دین کو بلند کرنے کے جذبہ سے اس قدر سرشار تھے کہ بھوک اور پیاس کا شاید احساس بھی باقی نہیں رہا تھا۔ چنانچہ متعدد راویوں نے مختلف الفاظ میں اس سفر کی منظر کشی کی ہے:

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم لوگ فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے تو نبی ﷺ بھی روزے سے تھے اور ہم لوگ بھی، جب آپ مکہ کے قریب پہنچے تو فرمایا کہ:

انکم قد دنوتم من عدوکم والفطر اقوی لکم. (ابوداؤد، باب الصیام)

تم لوگ دشمن کے قریب پہنچ گئے ہو، اب تمہارے سے افطار کر لینا ازدیاد قوت کا سبب ہوگا۔

اس فرمانِ نبوی کے بعد کچھ صحابہ نے تو روزے افطار کر لئے مگر جاں نثاروں کی ایک بڑی تعداد ایسی بھی تھی جو روزہ رکھ کر بھی دشمن سے مقابلہ کرنے کا عزم رکھتی تھی، اس لئے انہوں نے روزہ افطار نہیں کیا۔ جب منزل مقصود اور قریب آ گئی تو نبی ﷺ نے پھر فرمایا:

انکم تصبحون عدوکم والفطر اقویٰ لکم فافطروا.

اب صبح ہوتے ہی تم دشمن کے مقابلہ میں ہو گے، روزہ نہ رکھنا، چوں کہ افطار قوت میں اضافہ کا سبب ہوگا، اس لئے افطار کر لو۔

اس فرمان نبوی میں چوں کہ حکم تھا کہ اب روزہ افطار کرہی ڈالو، اس لئے تمام صحابہ نے روزے توڑ دیئے۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے الفاظ ہیں کہ صحابۂ کرامؓ کو افطار کی ترغیب دینے کے لئے نبی ﷺ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ پانی کا پیالہ لے کر مجمع عام میں منہ سے لگایا تا کہ لوگ آپ کو دیکھ کر روزہ توڑ دیں:

ثم دعا باناء فرفعه الی فیه لیریه الناس و ذالك فی رمضان.

سبقت الی الخیر کا یہ جذبہ دو چار صحابہ تک محدود نہیں تھا، بلکہ عام صحابہ کی زندگیوں میں نمایاں تھا، بسا اوقات یہ جذبہ مبالغہ کی حد تک پہنچ جاتا ہے، اس لئے نبی ﷺ کو اس سلسلہ میں تنبیہ کرنی پڑتی تھی۔ ایک بار نبی ﷺ کسی سفر میں تھے، شدید گرمی کا زمانہ تھا، ایک صحابی نے شدت ذوق وشوق میں اس حالت میں بھی روزہ افطار نہیں کیا۔ دھوپ کی شدت سے ان کو غش آ گیا، ان کے گرد ایک مجمع لگ گیا اور لوگوں نے ان کے سر پر چادر تان دی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا:

لیس من البر الصیام فی السفر.

ایسے شدید سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں ہے۔

بعض صحابہ اس خیال سے بھی سفر میں روزہ رکھتے تھے کہ قضا کی یہ ذمہ داری معلوم نہیں ان سے بعد میں ادا ہو سکے گی یا نہیں۔

حضرت حمزہ اسلمی فرماتے ہیں: میں ایک دن خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس سواریاں ہیں، میں اکثر سفر میں رہتا ہوں اور اسی درمیان میں رمضان کا مہینہ بھی آ جاتا ہے، میں جوان آدمی ہوں، بدن میں قوت بھی ہے، سفر میں روزہ رکھنا اس لئے بہتر سمجھتا ہوں کہ اس کو موخر کر کے اپنے اوپر قضا کی ذمہ داری کون لے، تو آپ یہ فرمائیں گے کہ روزہ رکھنا میرے لئے زیادہ اجر کا سبب ہوگا یا افطار کرنا؟ آپ نے فرمایا کہ **ای ذالك شئت یا حمزہ** (اس میں جو صورت بھی چاہو اختیار کرلو، دونوں درست ہیں) ان دونوں روایتوں سے یہ معلوم ہوا کہ اگر روزہ میں شدید تکلیف کا خطرہ ہو تو افطار ہی کر لینا چاہئے اور اگر ایسی صورت نہ ہو تو روزہ رکھنا ہی زیادہ بہتر ہے۔ یوں آرام دہ سفر میں بھی روزہ افطار کر لینا معصیت نہیں ہے۔

اگر کسی غلطی کی وجہ سے صحابہؓ کا روزہ ٹوٹ جاتا تھا تو ان کو سخت شاق ہوتا تھا۔ ایک صحابی نے روزہ میں اپنی بیوی سے مباشرت کر لی۔ بعد میں ان کو غلطی کا اس شدت سے احساس ہوا کہ سر پیٹتے اور بال نوچتے ہوئے خدمت نبوی میں پہنچے اور فریاد کی: **یارسول اللّٰہ هلك الابعد** (نیکی سے بہت دور ہو جانے والا

ہلاک ہوگیا) آپ نے ان سے فرمایا: ما شانك؟ (کیا مصیبت پیش آئی ہے؟) بولے کہ یہ غلطی ہوگئی ہے، آپ نے بڑے مشفقانہ انداز میں ان کو اس کے کفارہ کا حکم فرمایا۔

ایک دوسرے صحابی سے بھی اس قسم کی غلطی ہوگئی تھی تو وہ بھی مجرم کی طرح خانۂ نبوی میں حاضر ہوئے اور بولے ''میں تو جل بھنا'' ان سے بھی آپ نے کفارہ کرنے کے لئے فرمایا۔

نفل روزے

صحابہ کرام کا یہ ذوق وشوق صرف فرض روزوں ہی تک محدود نہیں تھا، بلکہ نفل روزوں میں بھی اسوۂ نبوی کی وہ صحیح تصویر تھے۔ نبی ﷺ عاشوراء، عرفہ، ایام بیض، دوشنبے اور جمعرات کو عام طور پر روزے رکھتے تھے۔ ان ایام کے علاوہ بھی آپ کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ نے صبح کو دریافت فرمایا کہ کچھ کھانے کو ہے یا نہیں؟ اگر نفی میں جواب ملا تو آپ نے روزہ کی نیت کر لی۔ ان تمام سنتوں کا اتباع حضرات صحابہ سے ثابت ہے، بلکہ اس سلسلے میں ان کے ذوق وشوق پر حیرت ہوتی ہے۔

ایک صحابی حضرت باہلی ایک سال خدمت نبوی میں حاضر ہوکر واپس چلے گئے۔ دوسرے سال پھر حاضر ہوئے تو صورت اس قدر بدل گئی تھی کہ ان کو پہچانا نہیں۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ آپ نے پہچانا نہیں، میں وہی باہلی ہوں جو پچھلے سال آیا تھا۔ فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگیا ہے؟ تمہاری صورت تو اچھی خاصی تھی، بولے جب سے آپ سے جدا ہوا ہوں رات کے سوا دن کو کبھی کھانا نہیں کیا۔ ارشاد ہوا کہ تم نے کیوں اپنی جان کو تکلیف میں ڈالا، صرف رمضان کے روزے رکھو، اس کے علاوہ ہر مہینہ میں ایک دن۔ بولے میں تو اس سے زیادہ قوت رکھتا ہوں، کچھ اور دنوں کی اجازت عنایت فرما دیجئے۔ فرمایا: اچھا دو دن رکھ لیا کرو۔ پھر بولے یارسول اللہ کچھ اور اجازت دیجئے۔ فرمایا مہینے میں تین دن رکھ لیا کرو۔ اس کے بعد انہوں نے اور اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا اچھا اشہر حرم میں تین تین دن کے ناغے سے روزہ رکھ لیا کرو۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوامامہ نے خدمت نبوی میں بار بار شہادت کی دعا کی درخواست کی۔ آپ نے ان کے لئے ہمیشہ سلامتی کی دعا فرمائی، لاچار ہوکر عرض کی کہ کسی ایسے عمل کی ہدایت فرمائیے کہ خدا مجھے اس سے مخصوص نفع دے۔ آپ نے انہیں روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے مستقل روزے رکھنے کا التزام کرلیا۔ خادم اور بیوی نے بھی اس عمل صالح میں شرکت کی اور روزہ ان کے گھر کے کی امتیازی علامت ہوگئی۔ اگر کسی دن ان

کے گھر میں دھواں اٹھتا تو لوگ سمجھتے کہ آج ان کے گھر میں کوئی مہمان آیا ہے ورنہ اس گھر میں دن کا کھانا کیوں کر پک سکتا تھا۔ (مسند، جلد ۵)

حضرت زید بن سلمہ عہد رسالت میں غزوات کی وجہ سے ہمیشہ سفر میں رہتے تھے، اس لئے روزہ نہیں رکھ سکتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا تو اس کی تلافی اس طرح کہ کہ چالیس برس تک متصل روزے رکھتے رہے، عیدین کے علاوہ کہ ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ شاید ہی کبھی روزے سے نہ رہے ہوں۔

ان صحابہ کے علاوہ عبداللہ بن عمر وابن العاص، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن رواحہ وغیرہ خاص طور پر اس وصف میں ممتاز تھے۔ حضرت ابودرداء، حضرت ابوطلحہ، حضرت عبداللہ بن عباس کا معمول تھا کہ جس دن گھر میں کھانا نہیں ہوتا تھا روزے کی نیت کر لیتے تھے۔

صحابیات

اس ذوق وشوق میں صحابہ کے ساتھ صحابیات بھی شریک تھیں۔ فرض روزوں کی عدم ادائیگی کا سوال تو سرے سے وہاں تھا ہی نہیں، ان کو نفل روزوں سے بھی اتنا شغف تھا کہ ان کے شوہروں کو اس سے تکلیف ہونے لگتی تھی۔ چنانچہ آپ نے عام عورتوں کو ہدایت فرمائی کہ:

لا تصوم المرأة و بعلها شاهد الا باذنه.

کوئی عورت شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔

……✦……

روزہ اور اُس کے ثمرات

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ

نماز اور زکوٰۃ کے بعد تیسرا عملی رکن ''روزہ'' ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں روحانیت اور ملکوتیت کا جو حصہ رکھا ہے، روزہ اس کو ترقی دینے کا اور نفس کی تطہیر اور تزکیہ کا خاص ذریعہ ہے اور قناعت اور صبر وتقویٰ جیسی ملکوتی صفات کے نشو ونما میں روزہ کو خاص دخل ہے۔ علاوہ اس کے روزہ میں انسان پیٹ کے شہوت، نفس کے خالص مادی اور بہیمی تقاضوں سے بے تعلق ہو کر ملاء اعلیٰ سے اور عالم ملکوت سے خاص ربط اور مناسبت پیدا کر لیتا ہے۔

لیکن نماز اور زکوٰۃ کی طرح روزہ سے بھی یہ مقاصد جب ہی حاصل ہو سکتے ہیں جب کہ وہ عبادت والی فکر کے ساتھ رکھا جائے اور اس کے آداب کا پورا لحاظ رکھا جائے اور اُن تمام باتوں سے پرہیز کیا جائے جو ان مقاصد کے منافی ہیں، جن میں سب سے اہم چیز یہ ہے کہ ہر قسم کے معاصی سے بچا جائے۔ خاص کر تمام بری باتوں سے منہ کی اور زبان کی حفاظت کی جائے۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو روزہ سے یہ روحانی نتائج ہرگز حاصل نہیں ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے: **مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗ.** (رواہ البخاری وابوداؤد والترمذی عن ابی ہریرہ، کذا فی جمع الفوائد)

یعنی جو شخص روزہ میں جھوٹ بولنا اور غلط اور دھوکہ فریب کے کام کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ کھانا پینا چھوڑ کر صرف بھوکا پیاسا رہے۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

رُبَّ صَائِمٍ حَظُّهٗ مِنْ صِيَامِهِ الْجُوْعُ وَالْعَطَش. (رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمرؓ، (جمع الفوائد)

یعنی بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے روزہ سے سوائے بھوکا اور پیاسا رہنے

کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

بہر حال نماز اور زکوٰۃ کی طرح روزہ میں بھی اس کی ضرورت ہے کہ فکر اور اہتمام سے ایسے روزے رکھے جائیں جن سے ہماری روحوں کو پاکیزگی حاصل ہو اور ہم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو۔

روزہ کی برکات حاصل کرنے کی شرطیں اور تدبیریں

اس کے لئے ایک شرط یہی ہے کہ ہر قسم کے معاصی سے اور خاص طور سے منہ اور زبان سے تعلق رکھنے والے گناہوں سے بلکہ مکروہات سے بھی پورا پرہیز کیا جائے حتی کہ حدیث شریف میں ہے کہ چیخ کے بھی نہ بولا جائے اور اس کے برعکس نیکیوں کی مقدار روزہ کے ایام میں بڑھا دی جائے، خاص کر منہ اور زبان سے تعلق رکھنے والی نیکیوں کی، مثلاً تلاوت اور ذکر کی کثرت کی جائے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ روزوں کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اور اس کے حکم اور امر کا زیادہ سے زیادہ استحضار رکھا جائے یعنی بار بار اس کا مراقبہ اور دھیان کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ حاضر ناظر ہیں اور میں نے ان کے حکم سے اور ان کے لئے کھانا پینا چھوڑ رکھا ہے اور وہ میرے اس حال کو دیکھ رہے ہیں، خاص کر جب بھوک یا پیاس کا احساس ہو تو دل سے کہا جائے کہ اگرچہ کھانا اور پانی حاضر اور موجود ہے، لیکن اللہ کے حکم کی وجہ سے اور اللہ کو راضی کرنے کے لئے تجھے بھوکا اور پیاسا ہی رہنا ہے، تیرا مالک و معبود آج تیری اسی بھوک اور پیاس سے خوش ہے اور آج کی بھوک پیاس ان شاء اللہ تجھے آخرت کی سخت ترین بھوک، پیاس سے بچانے والی ہے۔

افطار اور سحر میں کم کھانا بھی روزہ کو نورانی بنانے والی چیز ہے اور بسیار خوری سے روزہ میں ظلمت اور کدورت پیدا ہوتی ہے اور اس کی تاثیر جاتی رہتی ہے۔

نفلی روزوں کے بارے میں اسوۂ نبی اور ہمارا طرزِ عمل

روزہ کا بیان ختم کرنے سے پہلے نفلی روزوں کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا ہے۔

نماز کے باب میں تو ہمارا یہ حال ہے کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو صرف فرض رکعتوں پر قناعت کرتا ہو اور سنن و نوافل نہ پڑھتا ہو، بلکہ اگر کوئی ایسا طرز عمل اختیار کرے تو اسے بری نگاہوں سے دیکھا جائے گا اور اس کے متعلق اچھا خیال قائم نہیں کیا جائے گا، لیکن روزہ کے باب میں قریب قریب ہم سب کا

طرزِ عمل یہی ہے کہ بس رمضان کے روزے سال میں ایک دفعہ رکھ لیتے ہیں۔ بہت کسی نے ہمت کی تو عرفہ کا، یوم عاشوراء کا اور شب براءت کا ایک ایک روزہ رکھ لیا۔ حالاں کہ رسول اللہ ﷺ جس طرح فرض نمازوں کے علاوہ نفل نمازیں پڑھتے تھے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دیتے تھے، اسی طرح آپ رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ روزے بھی کثرت سے رکھتے تھے اور ان کی بھی امت کو ترغیب دیتے تھے۔ ہر مہینے ایام بیض کے یعنی تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تاریخوں کے تین روزے تو آپ قریب قریب ہمیشہ ہی رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوشنبہ اور پنج شنبہ کو آپ کا اکثر روزہ ہوتا تھا۔ ہمیں اپنے عمل سے حضور ﷺ کی اس سنت کو بھی زندہ کرنا چاہئے۔ روزہ تو بڑی برکت والی اور روح کو بہت پاک اور نورانی بنانے والی چیز ہے۔ روزے کے انوار و برکات سے پورے گیارہ مہینے محروم رہنا بڑے خسارے کی بات ہے۔

نفلی روزے نہ رکھنے کا اثر ہمارے رمضان کے روزوں پر

بلکہ میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ گیارہ مہینے مسلسل روزے نہ رکھنے کی وجہ سے ہمارے رمضان کے روزے بھی گھٹیا ہوتے ہیں۔ اگر ہر مہینے کچھ روزوں کا معمول رہے تو روزے کی کیفیات اور اس کے انوار سے ایک خاص مناسبت قائم رہے اور پھر رمضان آنے پر ہماری حالت کچھ اور ہی ہوا کرے۔

حضور ﷺ کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ یوں تو آپ ہر مہینے کچھ روزے رکھتے تھے، لیکن خصوصیت سے شعبان میں بہت روزے رکھتے تھے بلکہ کبھی کبھی قریباً پورے مہینہ کے روزے رکھتے تھے، میرے خیال میں اس کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ روزے کی حقیقت سے اور اس کے انوار سے طبیعت مبارک کی مناسبت اور زیادہ بڑھ جائے۔ واللہ اعلم

بہر حال نفل نمازوں کی طرح ہمیں نفلی روزوں سے بھی شوق پیدا کرنا چاہئے اور ان کی عادت ڈالنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ کم از کم ہر مہینے ۱۳/۱۴/۱۵ کا روزہ رکھ لیا کریں۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول بھی ہی تھا اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ ہر مہینے تین روزے کا رکھنا اجر و ثواب کے لحاظ سے ایسا ہے جیسا کہ کوئی ہمیشہ بارہ مہینے روزے رکھے۔ (ماخوذ از دین و شریعت)

……◆……

قسط (٢)

شاہ صاحب کے علمی، ادبی و تحقیقی شہ پارے

فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری کی زیر ترتیب سوانح سے
ایک شہ پارہ قارئین ''محدث عصر'' کے لئے پیش ہے

سیرت طیبہ پر آپ نے خامہ فرسائی کی تو اپنے اسیروں کو حیرت خانے میں چھوڑا، پڑھئے اور سر دھنئے:

''آ گیا آنے والا، بڑی آن بان کے ساتھ، خود تھا والا شان، آیا اور اس طرح آیا کہ تاریکیاں چھٹ گئیں، ظلمتیں دور ہوئیں، کفر کو مٹاتا ہوا، شرک سے ٹکراتا ہوا، جاہلیت کی ایک ایک رسم پر ضرب لگاتا ہوا، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ٢٣/سالہ مدتِ نبوت جس میں مکی دور مصیبتوں سے لبریز، اقربا مخالف، ہم قبیلہ آمادۂ عداوت، ہم وطن جان لینے کی کوشش میں، ہوائیں مخالف، فضائیں ناساز گار، جہاں کلام حق کو سنانے کے لئے پتے پانی ہوتے، کلام ربانی کے سننے سے کان انکار کرتے، ایک خوفناک تجویز و پروپیگنڈہ، غلط افواہوں کی تخلیق، کبھی کاہن کہا جاتا، کبھی جادوگر کہہ کر ہر ایک کو ڈرایا جاتا، اس کے سنائے ہوئے نغمات ربانی کو شعر و شاعری قرار دیا جاتا۔

جب وہ کلام الٰہی سنانے کھڑا ہوتا تو مخالف منصوبہ بندیاں کرتے کہ اتنا شور برپا کرو کہ یہ سنا نہ سکے اور کوئی اس کی سن نہ سکے، پھر یہ سوچئے کہ مکی زندگی کی اس افراتفری کے بعد دار الہجرہ زادہا اللہ شرفاً میں اس مقدس مہاجر کو چین نہیں دیا گیا، نہ عافیت سے وقت گزارنے دیا، قبائل میں گھوم گھوم کر مکہ کے کفر کے مناد غلط فہمیاں پھیلاتے، مدینہ منورہ میں ضروریات زندگی درآمد کے نظم کو درہم برہم کر کے اس علم بردار امن کے مقابل جتھابندی کی جاتی، اس پر بھی بس نہیں، کبھی معرکۂ بدر گرم کیا جاتا تو گاہے احد میں خوں ریز جنگ کا آغاز ہوتا، غزوات کے بیش تر محل وقوع دیکھئے تو صاف کھلتا ہے کہ اس رسولؐ امن وسلام اور اس کے گنے چنے ساتھیوں پر اکثر

چڑھائی کی گئی ہے، بدر مکہ سے دور مدینہ سے قریب اور احد تو اندرون مدینہ ہے، یہ جنگی میدان کھلی علامت ہیں بلکہ ناطق فیصلہ کرتے ہیں کہ حملہ آور کون ہے اور ظالمانہ حملہ سے اپنا بچاؤ کون کر رہا ہے!

بہر حال بے چین گھڑیوں، اضطراب انگیز لمحات، جاں سوز صبح وشام، جگر گداز شب وروز میں انقلاب لانے والے نے کیا انقلاب کر دیا، جو نہ دور نوح میں ہو سکا، نہ عبد ابراہیم میں، نہ موسیٰ کی رسالت، نہ عیسیٰ کی نبوت اس طرح کا انقلاب دکھا سکی۔

معاذ اللہ لکھنے والا قلم نہ اونچ نیچ کا قائل، نہ کسی کو گرانے، دوسرے کو چڑھانے کا خوگر، صرف جلیل کارنامے میں موازنہ مقصود ہے، اور وہ بھی اس معذرت کے ساتھ:

مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات
مقصود اس سے قطعِ محبت نہیں مجھے

انقلاب کیسا اثر انگیز!! عقائد سے لے کر رسوم تک، کلیات سے تا جزئیات۔ اس مختصر میں تفصیل کا کہاں موقع! بس کچھ اشارے۔ فہیم خود سمجھیں گے، بلید کو سمجھانے کی ذمہ داری نہیں، وہی معاشرہ جس کی شرک پسندی اس انتہا کو پہونچی تھی کہ پتھر سے بت تراشتے، اس کی بلائیں لیتے، چلتے چلاتے کوئی اچھا پتھر مل جاتا، پہلے معبود کو پھینک دیا جاتا، دوسرا خدا گڑھ لیا جاتا، قبیلے قبیلے کا معبود جدا، گھروں میں تراشیدہ الٰہ موجود، اور تو اور، مرکز بیت اللہ میں ایک دو نہیں، پچاس سو بھی نہیں، بلکہ سینکڑوں خدا خود ساختہ رکھے ہوئے، جن پر مشرکین مکہ نہ صرف نثار، بلکہ جھوٹی عظمتوں کے لئے کسی بھی قربانی دینے کے روادار نہ تھا، پھر کیا ہوا؟ انقلاب لانے والے نے کفر کی بیخ کنی، شرک کے استیصال کے لئے وہ موحد تیار کئے جو حجر اسود کی تقبیل میں تامل کرتے اور جنہیں صفا اور مروہ کے درمیان سعی سے صرف اس وجہ سے گریز تھا کہ یہاں ماضی میں اساف اور نائلہ دو معصیت کوش یادگاری بت رکھے تھے جس پر سکینت وطمانینت کی دولتوں سے بہرہ ور کرنے والے خدائے واحد نے یہ کہہ کر مطمئن کیا "إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ" پھر ذہنیتوں کو ایسا صیقل کیا کہ ابن عمرؓ خلافِ سنت کوئی چیز دیکھتے تو بدعت بدعت کہتے ہوئے مسجد سے باہر نکل جاتے، ایک اور صاحب نے اپنے بیٹے کی نماز میں بسم اللہ کا جہر سنا تو انتباہ کے بغیر رہ نہ سکے، جن کی پرورش کے پہلے لمحے میں کام ودہن شراب کا ذائقہ شناس ہوتا، ان ہی میں

علیؓ رونما ہوئے اور یہ کہہ کر دنیا کو غرقِ حیرت کر دیا کہ اگر کسی تالاب میں شراب کا ایک قطرہ ڈالا گیا پھر وہاں کے پانی سے مٹی گوندھ کر اینٹ تیار کی گئی، ان اینٹ سے تیار مسجد میں اذان دینے کے لئے بھی تیار نہیں، اس اعلان پر کہ شراب حرام کر دی گئی، بزم نشاط اکھڑ گئی، ساقی مدہوش بکھر گئے، ساغر توڑ دیئے گئے، مینا انڈیل دی گئی۔

جس معاشرہ میں زنا عام تھی، اس میں انقلاب یوں آیا کہ ایک تازہ مومن آپ ﷺ کی اجازت پر مکہ میں اپنا سامان لینے کے لئے پہونچے، رات کا سناٹا تھا، تاریکیاں پھیل چکی تھیں، اتفاقاً اسی بیسوا سے دوچار ہوئے جس سے کچھ ہی پہلے معاشقے کی ابتداز نا تک جا پہونچی تھی، معصیت کوشی کی دعوت پر بولے تو یہی بولے کہ اب میرے اور تیرے درمیان اسلام وایمان حائل ہو گیا۔ یہ لطافت اس عروج پر پہونچی کہ عثمان ابن عفانؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے ہیں، ادھر مسجد میں ایک صاحب نماز کے لئے پہونچ رہے ہیں، کامل الحیاء والایمان دیکھ کر بولے کہ "**ما بال اقوام یترشح الزنا من اعینهم** "کہ کیا غضب ہے آنکھوں سے زنا ٹپک رہا ہے!! آنے والے کا صرف قصور اتنا تھا کہ ایک غیر محرم عورت پر اتفاقاً نظر پڑ گئی تھی، لیکن عثمانؓ کی حساس نگاہ نے اس خفی پاپ کو بھی تاڑ لیا۔

چوری ڈکیتی، قتل وغارت گری، لوٹ مار، مار دھاڑ، جنگ وجدال جو اس وقت معاشرے کا سب سے بڑا تعارف تھا اب وہی امین ہو گئے، وہی جانوں کے محافظ بن گئے، ان کی نظر کسی کے مال پر نہ اٹھتی، وہ کسی کی بلا وجہ جان لینے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوتے، غرضیکہ عریانیت، فحاشی، بے سوائی اور جاہلیت کے کڑوے پھل اس معاشرے میں ناسور کی طرح پھیلے ہوئے تھے جس میں "النبی العربی" کو انقلاب آفریں کام کرنا تھا، اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اپنے گرد وپیش کی زبوں حالی سے یہ اطہر ومطہر ہستی متاثر تھی اور قوم کے احوال وظروف میں دوررس اثرات کی حامل پالیسی کے لئے بے قرار، مگر گرد وپیش تباہی کے ایسے دہانے پر کھڑا تھا کہ کام کرنے والے کو سچی تڑپ کے باوجود لائحۂ عمل کی تجویز میں پہاڑوں سے زیادہ رکاوٹیں کھڑی نظر آتیں۔

دستگیری کی کس نے؟ اس مقتدا ہستی نے جو مایوس حالات میں امید پیدا کرنے اور اندھیریوں میں روشنی کی کرن نمایاں کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ یہ سب کچھ تفصیل اس مختصر میں سمودی گئی "وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى" کہ آپ منصوبے کی تشکیل اور لائحۂ عمل کی تجویز میں سر

گرداں وحیراں تھے، ہم نے کام کی راہ سجھادی، پھراس مظہر قدسی نے جسے ہمیشہ کے لئے تلقین تھی کہ ''فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ '' کام کا آغاز کیا تو ''تو کلاً علی اللہ'' کیااور۲۳ /سال کی قلیل مدت میں ایسی کایا پلٹ کی کہ:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

خدا سے ٹوٹے ہوئے رشتے جڑ گئے، گم کردہ راہ قافلے صراطِ مستقیم پر آ گئے، انحراف کی آندھیوں کے بجائے اطاعت کی خوشگوار ہوا تموج پذیر ہوئی، معصیتوں کی جگہ حسنات نے لی، اشرار ابرار ہوگئے، اور ظالمین صالحین کے روپ میں ابھرے۔ بہر حال سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہوگیا، سب بگاڑ سدھر گیا اور ''النبی الامی'' کی بچھائی ہوئی لائن پر کارواں گامزن ہوگیا۔

دنیا میں ایک دو نہیں، لاکھوں قائد، ہزاروں مصلح، سینکڑوں راہنما اور پیشوا گزرے، کیا ان کے کارناموں میں ایسے جلیل وعظیم کارنامے کی کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے؟ کسی تامل کے بغیر جواب نفی میں ہے۔ (پیام مشرق، ۱۶/جولائی ۱۹۹۸ء، ص/۳)

سیاست پر ان کا قلم چلا تو اردو والوں کو دیوانہ وسرمست کرگیا، یہ وہ تحریر ہے جس کے حنائی رنگ اور پرخون لہجے نے قارئین کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اصحابِ نظر کی رگ تاک پر زوردار نشتر لگایا ہے۔ آزادی کے بعد مسلمانوں کی ان دیکھی، ان سے مسلسل اعراض اور پتھر کے دور میں دھکیلنے پر فلک شگاف احتجاج کیا ہے، پڑھئے اور تاریخیت کے ساتھ ادبیت کا ذائقہ بھی لیجئے:

ہزار شکر کہ مرنے کے بعد جانی قدر
ہزار شکر کہ مردہ مرا پسند ہوا

''کتنی غلط نسبت ہے شاعر کی یہ تراوش فکر! کہاں یاد رکھا؟ کس نے یاد رکھا؟ کب یاد رکھا؟ کس کی قدر دانی ہوئی؟ کس کی خدمات کو سراہا گیا؟ کس کے جلیل کارنامے تسلیم کئے گئے؟ کون ہے جس کی قربانیاں تاریخ کے صفحات میں جگمگا رہی ہیں؟ کوئی بھی نہیں۔ اِدھر سے اُدھر تک سناٹا، ملک کی فضائیں خاموش۔ بھارت محسن کشی واحسان فراموشی کی بھیانک حدود کو بھی پھلانگ گیا۔

گاندھی جی کا قتل، ہر لحہ قتل، ہر آن قتل، لحظہ بلحظہ قتل کس طرح اور کیسے! سنئے اور سر پیٹئے! پنجاب کے ایک ہندو لیڈر نے گاندھی جی سے سوال کیا کہ ''مجلس احرار کے بارے میں کیا خیال

ہے جو اپنے ہاتھ میں عموماً کلہاڑی رکھتے ہیں؟'' اپنے مشہور اخبار ہریجن میں گاندھی جی کا جواب تھا کہ'' کلہاڑی تشدد کی نشانی ہے کوئی تشدد پسند کانگریسی نہیں ہوسکتا'' یہ لکھ کر مجلس احرار کا کانگریس سے تعلق توڑ دیا گیا، وہی گاندھی جی جن کا احرار کے بارے میں یہ فیصلہ تھا ان ہی کی قوم نے گوڈسے پیدا کیا جس نے گاندھی جی کے سینے میں گولیاں پیوست کر کے ظلم وعدوان کی ایک بھیانک تاریخ بنائی۔

کہہ لیجئے کہ ایک پاگل کا ہاتھ اٹھا اور سینہ چھلنی کرتے ہوئے نکل گیا، ناتواں لاش زمین پر تڑپ رہی ہے، خاک وخون میں لپٹی ہوئی، کچھ رودیئے تو کچھ نے مٹھائیاں تقسیم کیں، گویا کہ نصف ہندوستان پاگل ہوگیا۔

اور سنئے! گوڈسے کی برسی منائی جاتی ہے، مرکز کے وزیر داخلہ شرکت کرتے ہیں، وزارت داخلہ کی گرفت دیکھئے! از کجا تا بکجا! لیجئے گویا کہ ان کی شرکت پورے ہندوستان کی نمائندگی ہے، اس لئے پورا ہندوستان پاگل ہوگیا۔

گوڈسے کے کارنامے کو سراہنے کے لئے فلم کی تیاری، جس کی مخالفت بھی ہوئی اور ہورہی ہے، لیکن پسند کرنے والوں کا پلڑا بھاری۔ اب کیا شبہ رہا محسن کشی اور احسان فراموشی میں!! گاندھی جی نے کانگریس گورنمنٹ کو برت سے مجبور کردیا کہ پاکستان کی رقم اس کو دی جائے، گاندھی جی نے مسلمانوں کے گاجر مولی کی طرح کٹنے پر احتجاج کیا مخصوص ریل کے ڈبے جس میں خوفناک فسادات کے دوران صرف مسلمان سفر کرتے، عام ڈبوں میں بیٹھنا، سفر کرنا گویا کہ موت کو دعوت دینا تھا، گاندھی جی نے اس صورت حال پر برت رکھا، بختیار کاکی کا عرس نہیں ہو رہا ہے، گاندھی جی نکل آئے اور عرس کرایا۔ ان جرائم کی ایک ہی سزا تھی کہ اس بوڑھے کو سامنے سے ہٹادیا جائے۔

گوڈسے نے یہ کام انجام دے کر بھارت کی بڑی خدمت کی، اتنی عظیم، اتنی تاریخی کہ اس پر فلم بنائی جائے اور اس کی برسی منائی جائے، لیکن جس گاندھی نے ملک کو آزادی دی تھی، جس نے انگریزوں سے حکومت چھین کر قوم کے قدموں میں ڈال دی تھی، نہ صرف اس کو بھلایا گیا بلکہ اس کے قاتل کو سروں پر چڑھایا جارہا ہے، گاندھی جی کی آواز ''اہنسا'' تھی، قوم نے ایٹم بم بنالیا۔ یہ گاندھی جی کے نظریات کا بھیانک قتل۔ اور لطف یہ کہ مرکزی وزارت میں وہ صاحبہ بھی ہیں جن

کے جانوروں کے لئے تحفظ کا خیال تو ہے مگر سب سے بڑے جانور یعنی انسان کی بربادی پر زیر لب مسکرا رہی ہیں۔ تو اس کا کیا ذکر کہ مسلمانوں نے جنگ آزادی میں شرکت کے لئے کتنے اشفاق اللہ، کتنے برکت اللہ، کتنے عبید اللہ، کتنے محمود حسن، کتنے ابو الکلام آزاد، کتنے ڈاکٹر انصاری، کتنے حکیم اجمل، کتنے عطاء اللہ شاہ بخاری، کتنے حبیب الرحمٰن لدھیانوی، کتنے حسین احمد، کتنے حفظ الرحمٰن، اور اوپر آیئے تو کتنے شاہ ولی اللہ، کتنے شاہ عبد العزیز، کتنے شاہ اسماعیل شہید، کتنے سید احمد شہید، کتنے قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، حافظ ضامن شہید، بلکہ لاکھوں وہ قائدو وہ رہ نما وہ فدا کار رضا کار جنھوں نے جیلوں میں پرُ صعوبت زندگی گزاری، قید خانوں کی سلاخوں کے پیچھے اپنے شباب کو لٹا دیا، اپنی صحت کو قربان کر دیا، زمینیں لٹ گئیں، جائیدادیں قرق کر لی گئیں، حویلیاں برابر زمین کر دی گئیں، ان کے بچے گود کے لئے تڑپ رہے ہیں، ان کی عورتیں شوہر کے دید و ملاقات سے محروم۔ سب کچھ ہو گیا، سب کچھ گزر گیا۔

اگر انہیں بھلا دیا گیا، ان کی فدائیت فراموش کر دی گئی، ان کی قربانیوں کی دستاویز میں آگ لگا دی گئی، دار العلوم جو آزادی کا دہلی کے بعد دوسرا مرکز تھا آج اس پر دہشت پسندوں کی پناہ گاہ ہونے کا الزام، وہ مدارس جن میں حریت پسندی کے حوصلے پروان چڑھے، جہاں تھکے ماندے مجاہدین آزادی راحت کی سانس لیتے، جہاد آزادی کے وہ بہادر جن کے تعاقب میں انگریز پولیس دوڑتی بھاگتی، اس وقت تک ان کی پناہ گاہیں یہی دینی مراکز تھے، ان ہی کے طلبہ انقلاب زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے انگریز کی پولیس چوکیوں پر دندناتے، یہ اپنے سینے کھول کر گولیوں کے لئے ہدف بناتے، ان کی قیادت کرتے ہوئے مفتی کفایت اللہ نے دہلی گھنٹہ گھر پر سارجنٹ کی لاٹھیوں سے اپنے سر کو کئی شاخہ کرا دیا، آج اگر ان کو دہشت گرد قرار دیا جائے تو ماتم کس چیز کا، واویلا کیوں؟ جہاں گاندھی جی کو قتل کر دیا گیا اور تمام برائیوں کو اختیار کر کے ہر لمحہ گاندھی جی کو قتل کیا جا رہا ہے، وہاں مظالم پر آنسو بہانا بیکار نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اس داستان کا کیا فائدہ، ان قصوں میں کیا افادیت کہ مسلمانوں نے کیا حصہ لیا، ملک کی آزادی میں ان کی کیا قربانیاں ہیں، یہ کہانی بے مزہ ہے، یہ بے لطف افسانہ ہے، اب تو یہ پوچھنا ہے کہ جو کچھ مسلمانوں نے قربانیاں دیں اور بھارت کو آزادی سے ہم کنار کرنے میں سرگرمی دکھائی، آیا وہ سوچا سمجھا سفر تھا یا بلا سمجھے قافلہ کی ہم رکابی؟ سوال ہے اور بہت اہم۔

ٹالا نہیں جاسکتا، دفع الوقتی سے کام نہیں لیا جاسکتا، مورخ کو اس کا جواب دینا ہوگا، تجزیہ نگار دوٹوک فیصلہ کریں، یہ مریدوں کا ہجوم نہیں کہ شیخ کی ادا برہان قاطع ہو اور یہ معتقدین کا جم غفیر بھی نہیں کہ کوئی صاحبِ سجادہ بے نیازی سے سر ہلا کر سب کو خاموش کردے، یہ سوال ہے، اس کا جواب دینا ہوگا۔

مغربیت کے تاروپود کو بکھیرنے والے یورپ کی دسیسہ کاریوں کے بڑے جانکار اقبال مشہور شاعر نے اس وقت کہا تھا:

بادہ ہے نیم رس ابھی، شوق ہے نارسا ابھی
رہنے دو خم کے منہ پہ تم خشتِ کلیسیا ابھی

کیوں نہیں سنی تھی اس سخن ور کی؟ کیوں ان سنی کردی اسی مفکر فلک سیر کی؟ جب اعراض کی تمام سنتیں تازہ کردیں تو اب شکوہ شکایت مزید حماقت، مستزاد سفاہت۔ہاں صبرِ جمیل کے لئے یہ کافی ہے کہ سوچ میرے بڑوں کی بھی غلط نکلی تو گاندھی جی کی بھی غلط نکلی، شاید اخبار کے مطالعہ کرنے والوں کو یاد ہو کہ چرن سنگھ نے اپنے دورِ وزارت عظمی میں کہا تھا ’’جواہر لال نے ملک کو صنعتی انقلاب کی راہ پر ڈال کر اور زرعی انقلاب سے غافل کر کے قوم اور بھارت پر بڑا ظلم کیا ہے‘‘

لیجئے، سوچ جواہر لال کی بھی غلط ہوگئی، مولانا ابوالکلام آزادؒ پاکستان کے حصے بخرے لسانی علاقائی وغیرہ عصبیتوں کی بنا پر دکھاتے رہے، مگر اس جہاں دیدہ کو یہ نظر نہ آیا کہ خود بھارت بھی حصے بخرے میں تقسیم ہونے کے لئے کسی وقت مستعد ہوگا، تو فکر ابوالکلام بھی زیر بحث آ گیا پھر میرے بزرگوں کی کیا غلطی؟ گویا کہ کچھ غلطیوں کی نشان دہی کر کے کچھ کی غلطیوں کے لئے راقم الحروف ابلہانہ اعتذار پیش کررہا ہے۔

ع تلخ نوائی! ہاں تلخ نوائی

(پیام مشرق ۱۶/اگست ۱۹۹۸)

……✦……

عید الفطر - انعامِ الٰہی کا دن

یومِ عید، ماہِ صیام کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ سے انعامات پانے کا دن ہے، تو اس سے زیادہ خوشی و مسرّت کا موقع کیا ہوسکتا ہے! یہی وجہ ہے کہ اُمّتِ مسلمہ میں اِس دن کو ایک خاص مقام اور اہمیت حاصل ہے۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ عید کا لفظ عود سے مشتق ہے، جس کے معنی لوٹنا کے ہیں، یعنی عید ہر سال لوٹتی ہے، اس کے لوٹ کے آنے کی خواہش کی جاتی ہے۔ اور فطر کے معنی روزہ توڑنے یا ختم کرنے کے ہیں۔ چوں کہ عید الفطر کے روز، روزوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے اور اس روز اللہ تعالیٰ بندوں کو عباداتِ رمضان کا ثواب عطا فرماتے ہیں، تو اِسی مناسبت سے اسے عید الفطر قرار دیا گیا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اہلِ مدینہ دو دن بہ طورِ تہوار مناتے اور اُن میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے۔ رسولِ کریم ﷺ نے اُن سے دریافت فرمایا یہ دو دن، جو تم مناتے ہو، ان کی حقیقت اور حیثیت کیا ہے؟ تو اُنہوں نے کہا ہم عہدِ جاہلیت میں (یعنی اسلام سے پہلے) یہ تہوار اِسی طرح منایا کرتے تھے۔ یہ سُن کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ان دونوں تہواروں کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن مقرّر فرما دیے ہیں، یوم عید الاضحٰی اور یوم عید الفطر۔ (ابوداؤد)

نبیِ کریم ﷺ نے عیدین کے موقعے پر شرعی حدود میں رہتے ہوئے خوشیاں منانے کی اجازت دینے کے ساتھ، دوسروں کو بھی ان خوشیوں میں شامل کرنے کی ترغیب دی۔ نیز، ان مواقع پر عبادات کی بھی تاکید فرمائی کہ بندۂ مومن کسی بھی حال میں اپنے ربّ کو نہیں بھولتا۔ احادیثِ مبارکہ ﷺ میں شبِ عید اور یومِ عید کی بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے، تو اُسے آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ یعنی انعام کی رات کے عنوان سے پکارا جاتا ہے اور جب صبحِ عید طلوع ہوتی ہے، تو حق تعالیٰ جل شانہ فرشتوں کو تمام بستیوں میں بھیجتا ہے اور وہ راستوں کے کونوں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور ایسی آواز سے، جسے جنّات اور انسانوں کے سوا ہر مخلوق سُنتی ہے، پکارتے ہیں کہ اے اُمّتِ محمّدیہ ﷺ اس کریم ربّ کی بارگاہِ کرم میں چلو، جو بہت زیادہ عطا

فرمانے والا ہے۔ جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں، تو اللہ ربّ العزّت فرشتوں سے فرماتا ہے: اُس مزدور کا کیا بدلہ ہے، جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے معبود! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اُس کی مزدوری اور اُجرت پوری پوری عطا کر دی جائے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے فرشتو! تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ مَیں نے اُنھیں رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں اپنی رضا اور مغفرت عطا فرما دی اور پھر بندوں سے ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزّت وجلال اور بلندی کی قسم! آج کے دن آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے، عطا کروں گا۔ دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے، اُس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میرے عزّ وجلال کی قسم! مَیں تمھیں مجرموں اور کافروں کے سامنے رُسوا نہ کروں گا۔ مَیں تم سے راضی ہو گیا۔ (الترغیب والترہیب)

کس کی عید؟ بلاشبہ وہ افراد نہایت خوش قسمت ہیں کہ جنھوں نے ماہِ صیام پایا اور اپنے اوقات کو عبادات سے منور رکھا۔ پورے ماہ تقویٰ کی روش اختیار کیے رکھی اور بارگاہِ ربّ العزّت میں مغفرت کے لیے دامن پھیلائے رکھا۔ یہ عید ایسے ہی خوش بخت افراد کے لیے ہے اور اب اُنھیں مزدوری ملنے کا وقت ہے۔ تاہم، صحابۂ کرامؓ اور بزرگانِ دین اپنی عبادات پر اِترانے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی دُعائیں کیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قول ہے کہ عید اُن کی نہیں، جنھوں نے عمدہ لباس سے اپنے آپ کو آراستہ کیا، بلکہ عید تو اُن کی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچ گئے اور اُس کے عذاب و عتاب سے ڈر گئے۔ عید اُن کی نہیں، جنھوں نے بہت زیادہ خوشیاں منائیں، بلکہ عید تو اُن کی ہے، جنھوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور اُس پر قائم رہے۔ عید اُن کی نہیں، جنھوں نے بڑی بڑی دیگیں چڑھائیں اور دسترخوان آراستہ کیے، بلکہ عید تو اُن کی ہے، جنھوں نے نیک بننے کی کوشش کی اور سعادت حاصل کی۔ عید اُن کی نہیں، جو دنیاوی زیب وزینت اور آرائش وزیبائش کے ساتھ گھر سے نکلے، بلکہ عید تو اُن کی ہے، جنھوں نے تقویٰ، پرہیزگاری اور خوفِ خدا اختیار کیا۔ عید اُن کی نہیں، جنھوں نے اپنے گھروں میں چراغاں کیا، بلکہ عید تو اُن کی ہے، جو دوزخ کے پُل سے گزر گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عید کی مبارک باد دینے کے لیے آنے والوں سے فرمایا عید تو اُن کی ہے، جو عذابِ آخرت اور مرنے کے بعد کی سزا سے نجات پا چکے ہیں۔ اِسی طرح ایک دفعہ حضرت عُمرؓ بن خطاب کے دَورِ خلافت میں لوگ عید کے روز آپؓ کے پاس آئے، تو دیکھا کہ وہ گھر کا دروازہ بند کیے زاروقطار رو رہے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا امیر المومنین! آج تو عید کا دن ہے اور آپؓ رو رہے ہیں؟ حضرت عُمرؓ نے جواب دیا: لوگو! یہ دن عید کا بھی ہے اور وعید کا

بھی۔ آج جس کی نماز، روزے اور دیگر عبادات قبول ہو گئیں، بلاشبہ اُس کی آج عید ہے اور جس کی عبادات قبول نہیں ہوئیں، اُس کے لیے وعید کا دن۔ میں اِس خوف سے رو رہا ہوں کہ نہیں معلوم میری عبادات قبول ہوئیں یا اُنہیں رَد کر دیا گیا۔

چاند رات: کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ہاں چاند رات کو ایک لحاظ سے شرعی پابندیوں سے فرار کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے، حالاں کہ چاند رات کو حدیث شریف میں لیلۃ الجائزہ یعنی انعام والی رات کہا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: رمضان المبارک کی آخری رات میں اُمّتِ محمّد ﷺ کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ شبِ قدر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ کام کرنے والے کو مزدوری اُس وقت دی جاتی ہے، جب وہ کام پورا کر لیتا ہے اور وہ آخری شب میں پورا ہوتا ہے، لہٰذا بخشش ہو جاتی ہے۔ (مسند احمد)

جو لوگ پورے ماہِ مقدّس میں تقویٰ و پرہیز گاری کی راہ پر کاربند رہے، اُن میں سے بھی بہت سے اس رات لہو و لعب میں مشغول ہو کر اپنی ساری محنت اکارت کر بیٹھتے ہیں۔ دراصل، شیطان آزاد ہوتے ہی خلقِ خدا کو تقویٰ و پرہیز گاری کے راستے سے ہٹا کر فسق و فجور کی طرف مائل کرنے کی کوششوں میں لگ جاتا ہے اور بد قسمتی سے بہت سے لوگ اُس کے پُر فریب جال میں پھنس جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: جب یومِ عید آتا ہے، تو شیطان چِلّا چِلّا کر روتا ہے، اُس کی ناکامی اور رونا دیکھ کر تمام شیاطین اُس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تجھے کس چیز نے غم ناک اور اُداس کر دیا؟ شیطان کہتا ہے کہ: ہائے افسوس! اللہ تعالیٰ نے آج کے دن اُمّتِ محمّدیہ ﷺ کی بخشش فرما دی ہے، لہٰذا تم اُنہیں پھر سے لذّتوں اور خواہشاتِ نفسانی میں مشغول کر دو۔ ہم چاند رات بازاروں اور غل غپاڑے میں گزار دیتے ہیں، جب کہ احادیثِ مبارکہ ﷺ میں اس رات میں عبادت کی تاکید کی گئی ہے۔ حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں میں عبادت کی نیّت سے قیام کرتا ہے، اُس کا دِل اُس دن بھی فوت نہیں ہو گا جس دن تمام دِل فوت ہو جائیں گے۔ (ابن ماجہ)

مولانا محمّد زکریا کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ دل کے مردہ ہونے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ فتنہ و فساد کے وقت جب لوگوں کے قلوب پر مردنی چھاتی ہے، اِس کا دِل زندہ رہے گا۔ (اور دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ) ممکن ہے کہ صور پھونکے جانے کا دن (اِس سے) مراد ہو کہ اِس کی رُوح بے ہوش نہ ہو گی۔ (فضائلِ رمضان)

اسی طرح حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص پانچ راتیں عبادت کرے، اُس کے لیے جنّت واجب ہو جاتی ہے۔ وہ راتیں یہ ہیں، ذوالحجہ کی 10,9,8ویں رات، شبِ برأت، اور عید الفطر کی رات۔ (الترغیب والترہیب)

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس رات بے مقصد گھومنے پھرنے اور گناہ کے کاموں میں گزارنے کی بجائے نوافل، نمازِ تہجّد، تلاوتِ قرآن اور دیگر عبادات میں مشغول رہیں تاکہ اس کی برکات حاصل کرسکیں۔

غریبوں کی مدد عید کے اس پُر مسرّت موقعے پر ہمارا ایک کام یہ بھی ہونا چاہیے کہ آس پڑوس اور رشتے داروں پر نظر دوڑائیں کہ کہیں اُن میں سے کوئی ایسا تو نہیں، جو اپنی غربت اور تنگ دستی کے سبب عید کی خوشیوں میں شامل ہونے سے محروم ہے۔ اگر ایسا ہے، تو یقین جانیے، ہم خواہ کتنے ہی اچھے کپڑے پہن لیں، طویل دسترخوان سجالیں، عیدیاں بانٹتے پھریں، ہماری عید پھر بھی پھیکی ہی رہے گی، بلکہ ایسی عید، عید کہلانے کے قابل ہی نہیں، جس میں دیگر افراد شامل نہ ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو زمانۂ خلافت میں لوگ عید کی مبارک باد دینے گئے، تو دیکھا کہ امیر المومنین خشک روٹی کے ٹکڑے تناول فرمارہے ہیں۔ کسی نے کہا: آج تو عید کا دن ہے؟ یہ سُن کر آپؓ نے ایک سرد آہ بھری اور فرمایا: جب دنیا میں ایسے بہت سے لوگ موجود ہوں، جنھیں یہ ٹکڑے بھی میسّر نہیں، تو ہمیں عید منانے کا حق کیوں کر حاصل ہے؟ روایت ہے کہ آقائے دوجہاں ﷺ نمازِ عید سے فارغ ہو کر واپس تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں آپ ﷺ کی نظر ایک بچّے پر پڑی، جو میدان کے ایک کونے میں بیٹھا رو رہا تھا۔ نبیٔ کریم ﷺ اُس کے پاس تشریف لے گئے اور پیار سے اُس کے سَر پر دستِ شفقت رکھا، پھر پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ بچّے نے کہا: میرا باپ مرچکا ہے، ماں نے دوسری شادی کر لی ہے، سوتیلے باپ نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے، میرے پاس کھانے کو کوئی چیز ہے، نہ پہننے کو کپڑا۔ یتیموں کے ملجا ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، فرمایا کہ اگر میں تمہارا باپ، عائشہؓ تمہاری ماں اور فاطمہؓ تمہاری بہن ہو، تو خوش ہو جاؤ گے؟ کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ! اس پر میں کیسے راضی نہیں ہوسکتا۔ حضورِ اکرم ﷺ بچّے کو گھر لے گئے۔ (بعض روایات میں یہ واقعہ کچھ اور الفاظ میں بھی بیان کیا گیا ہے) حضرت معروف کرخیؒ اکابر صوفیاء میں شامل ہیں، ایک عید پر نخلستان میں گری کھجوریں چُن رہے تھے۔ ایک شخص نے پوچھا ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ تو فرمایا: میں نے ایک لڑکے کو روتے دیکھا، تو اُس سے پوچھا: تم کیوں رو رہے ہو؟ لڑکا بولا: میں یتیم ہوں۔ یہ لڑکے اخروٹوں سے کھیل رہے ہیں اور میرے پاس اتنے پیسے نہیں کہ اخروٹ خرید کر اُن کے ساتھ کھیل سکوں۔ اس لیے

میں کھجوریں چُن رہا ہوں تا کہ اُنہیں فروخت کر کے اُس یتیم بچّے کو اخروٹ لے دوں۔ (احیاء العلوم)

صدقۂ فطر: صدقۂ فطر ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر واجب ہے، اس ضمن میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر واجب کیا تا کہ روزہ لغو اور بے ہودہ باتوں سے پاک ہو جائے اور مساکین کے لیے کھانے کا بندوبست بھی ہو جائے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر صدقۂ فطر کا فلسفہ یہی ہے کہ عید الفطر کی خوشیوں میں غریب مسلمان بھی بھرپور طریقے سے شریک ہو سکیں۔ اسی طرح ایک اور حدیث شریف ہے کہ عید الفطر کے دن محتاجوں کو خوش حال بنا دو۔ گو کہ صدقۂ فطر کبھی بھی دیا جا سکتا ہے، تاہم عام طور پر ماہِ رمضان کے آخری دنوں میں ادا کیا جاتا ہے، جب کہ بہت سے لوگ نمازِ عید کے لیے جاتے ہوئے راہ میں بیٹھے بھکاریوں کو فطرانہ دیتے جاتے ہیں، جو کہ مناسب طریقہ نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ عید سے قبل ہی فطرانہ ادا کر دیا جائے تا کہ ضرورت مند افراد بھی عید کی تیاری کر سکیں۔ اس ضمن میں ایک اہم بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ عام طور پر گندم کی قیمت کے لحاظ سے فطرانہ ادا کیا جاتا ہے، جو جائز ہے، تاہم امیروں کے لیے مستحب یہی ہے کہ وہ کھجور یا پھر کشمش وغیرہ کے حساب سے فطرانہ دیں تا کہ غریبوں کی اچھے طریقے سے مدد ہو سکے، اسی طرح صاحبِ حیثیت افراد کو فطرانے کے علاوہ بھی عید کے موقعے پر صدقہ خیرات کرنا چاہیے کہ اس سے غریبوں کو عید کی خوشیاں نصیب ہوں گی اور ہو سکتا ہے کہ کسی کی دُعا آپ کی زندگی میں بھی مزید خوشیاں بھر دے۔

عید الفطر کی سُنتّیں: کتبِ احادیث میں عید کے دِن کی متعدّد سُنتیں مرکوز ہیں (1) صبح سویرے اُٹھنا: صحابہ کرامؓ کا معمول تھا کہ وہ نمازِ فجر کے وقت ہی نمازِ عید کی تیاری کر لیتے تھے۔ حضرت ابنِ عُمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ مسجدِ نبوی ﷺ میں فجر کی نماز پڑھتے اور پھر اسی حال میں عید گاہ کی طرف نکل پڑتے۔ (2) غسل کرنا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے اِس دن کو مسلمانوں کے لیے عید کا دن بنایا ہے، لہٰذا تم اِس دن غسل کرو۔ (3) مسواک کرنا (4) نئے یا جو بہتر کپڑے موجود ہوں، پہننا: حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم اپنی حیثیت کے مطابق اچھا لباس پہنیں۔ (طبرانی)

خود رسول اللہ ﷺ عید کے دن خُوب صورت اور عمدہ لباس زیبِ تن فرماتے۔ کبھی سبز و سُرخ دھاری دار چادر اوڑھتے، جو یمن کی ہوتی جسے بُردِ یمانی کہا جاتا ہے۔ (مدارج النبوۃ) (5) خوش بُو لگانا (6) شریعت کے مطابق اپنی آرائش کرنا (7) عید گاہ جلد پہنچنا (8) عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا (9) عید گاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا (10) عید کی نماز (مسجد کی بجائے) عید گاہ یا کھلے میدان میں پڑھنا (11) ایک راستے سے عید گاہ جانا اور دوسرے سے واپس آنا (12) اللہ اکبر اللہ

اکبر، لا اله الا الله، والله اکبر، الله اکبر ولله الحمد آہستہ آہستہ کہتے ہوئے عیدگاہ کی طرف جانا (13) نمازِ عید کے لیے پیدل جانا، تاہم اگر عیدگاہ زیادہ دُور ہو یا کمزوری کے باعث پیدل نہ جا سکتے ہوں، تو سواری پر بھی جانے میں مضائقہ نہیں۔

تفریح، مگر حدود کے اندر: یومِ عید اپنی اصل میں ایک مذہبی تہوار ہے، اس لیے اِس روز ہونے والی تمام سرگرمیوں کو اسی تناظر میں ترتیب دیا جانا چاہیے۔ تاہم، یہ بھی ذہن میں رہے کہ اسلام نے خوشی کے اظہار سے منع نہیں کیا اور نہ ہی اسلام کے نزدیک تقویٰ و پرہیزگاری کا مطلب خشک مزاجی اور رُوکھا پن ہے۔ البتہ، اسلام نے تہواروں اور تفریحات کو کچھ حدود و قیود کا پابند ضرور بنایا ہے تاکہ بےلگام خواہشات اور نفس پرستی کی راہ روکی جا سکے۔ عید کا آغاز، دو رکعت نماز سے ہوتا ہے، جو اس بات کا اظہار ہے کہ کوئی بھی مسلمان اپنی مذہبی اور تہذیبی روایات میں اللہ تعالیٰ کی ہدایات سے لاپروا نہیں ہو سکتا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ عید کا دن تھا اور حضور نبی کریم ﷺ کے حجرے کے سامنے حبشہ کے کچھ لوگ نیزوں اور ڈھالوں کے ساتھ کرتب دِکھا رہے تھے، آپ ﷺ دروازے میں سے اُنہیں دیکھ کر خوشی کا اظہار فرما رہے تھے اور میں بھی حضورِ اقدس ﷺ کی چادر مبارک کی پیچھے چُھپ کر یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ آپ ﷺ بہت دیر تک مجھے چادر کی اوٹ میں چھپائے اُن غلاموں کا کھیل دِکھاتے رہے۔ جب میرا جی بھر گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: بس! میں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا تو جاؤ۔ (بخاری و مسلم)

اسی طرح حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عید کے دن ہمارے گھر میں کچھ بچیاں جنگِ بعاث سے متعلق کچھ اشعار گنگنا رہی تھیں، اسی دَوران حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور کہنے لگے: اللہ کے رسول ﷺ کے گھر میں یہ ہے؟ آپ ﷺ حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا اے ابوبکرؓ! انہیں رہنے دو، ہر قوم کے لیے تہوار کا ایک دن ہوتا ہے، آج ہمارے لیے عید کا دن ہے۔ (بخاری)

شوال کے چھے روزے: رمضان المبارک کے بعد ماہِ شوال میں چھ روزے رکھنا مستحب ہیں اور احادیثِ مبارکہ ﷺ میں ان کی بہت فضیلت اور ترغیب آئی ہے۔ نبیٔ کریم ﷺ کا ارشاد ہے جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اُس کے بعد ماہِ شوال میں چھ نفلی روزے رکھے، تو اُس کا یہ عمل ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہو گا۔ حضرت ابو ایوّب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھے روزے رکھے، تو یہ ایسا ہے، جیسے پورے سال کے روزے ہوں۔ (صحیح مسلم)

یہ روزے مسلسل بھی رکھے جا سکتے ہیں اور وقفہ دے کر بھی، یعنی اپنی سہولت کے مطابق شیڈول ترتیب دیا جا سکتا ہے۔ (ماخوذ از روزنامہ جنگ، 2 جون 2019)

جامعہ کی سرگرمیاں

مولانا سید فضیل احمد ناصری
استاذِ حدیث و نائب ناظمِ تعلیمات جامعہ ھٰذ

سالانہ امتحان کا انعقاد

جامعہ میں سالانہ امتحان 4 شعبان سے شروع ہوا اور 16 تک چلا۔ طلبہ نے بھرپور تیاریوں کے ساتھ امتحان میں شرکت کی۔ ناظرہ، حفظ، اعدادیہ، عربی اول تا دورہ حدیث، تکمیلِ ادب اور تکمیلِ افتا کے تمام ہی طلبہ شریک ہوئے۔

جامعہ میں تحریری وتقریری دونوں طرح کے امتحانات ہوتے ہیں۔ عربی سوم تا دورۂ حدیث، اسی طرح دونوں تکمیلات کے امتحانات صرف تحریری ہوتے ہیں، جب کہ نیچے کے اکثر درجوں کے امتحانات بعض تحریری ہوتے ہیں اور بعض تقریری۔ جامعہ کا معمول بڑے امتحانات کے سلسلے میں یہ رہا ہے کہ وہ قرب و جوار کے مستند اور مسلّم علما کو بطور ممتحن مدعو کرتا ہے تاکہ طلبہ کی تیاریوں کا جائزہ لے کر جامعہ کو بیش قیمت مشورے دے سکیں اور ادارے کا معیار مزید بلند ہو سکے۔ سالانہ امتحان کے لیے بھی بیرونی علما کو بطور ممتحن دعوت دی گئی۔ خبر لکھے جانے کے وقت تک نتائج نہیں آ سکے تھے۔

سالانہ تعطیل کا اعلان

سالانہ امتحان مکمل ہوتے ہی تعطیل کا اعلان کر دیا گیا۔ دہلی حالات کے پیشِ نظر طلبہ کو ہدایت کی گئی کہ سفر کے دوران اپنا خصوصی خیال رکھیں۔ سیاسی اور مذہبی موضوعات پر تبادلۂ خیال ہرگز نہ کریں۔ مسافروں کے ساتھ خوش اخلاقی اور حسنِ سلوک کا مظاہرہ کریں۔ دعاؤں کا اہتمام رکھیں، اسلامی تعلیمات

پر پابندی سے عمل کریں، گھر جا کر اپنی اور اپنے ادارے کی نیک نامی کا خیال رکھیں، رمضان کے مبارک مہینے کو حصولِ سعادت کا ذریعہ بنائیں۔

جامعہ میں تین بڑی تعطیلات ہوتی ہیں، جن میں سے ایک تو تعطیلِ عیدالاضحی ہے، دوسری ششماہی تعطیل اور تیسری سالانہ۔ سالانہ تعطیل 17 شعبان سے 5 شوال تک جاری رہے گی۔ جدید داخلے کی کارروائیاں 2 شوال سے شروع ہو جائیں گی۔

مسجدِ انور شاہ کی اصلاح مکمل

جامعہ کی مسجد جو گزشتہ برسات میں کافی متاثر ہوئی تھی، اس کی اصلاح و مرمت کا کام بفضلہٖ تعالیٰ مکمل ہو چکا ہے۔ پچھلے شمارے میں بتایا جا چکا ہے کہ مسجد کا اندرونی حصہ شدید متاثر ہوا تھا۔ اندر کا فرش بیٹھ گیا تھا۔ آنگن کا فرش بھی کہیں کہیں سے مخدوش ہوا تھا۔ الحمدللہ نئے سنگِ مرمر لگا کر مخدوش و متاثر مقامات کی اصلاح و مرمت کر دی گئی ہے اور الحمدللہ نماز شروع ہو چکی ہے۔

ختمِ بخاری شریف و دستار بندی کا اجلاس

حسبِ سابق جامعہ کا سب سے بڑا اجلاس ۱۴؍شعبان المعظم شبِ برات میں منعقد ہوا، جس میں طلبہ دورۂ حدیث کو صحیح بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا گیا۔ رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری مدظلہ نے درس دیتے ہوئے جہاں حدیث کی تشریح کی وہیں حالاتِ حاضرہ پر بھی روشنی ڈالی۔ درسِ بخاری اسی شمارے میں شریکِ اشاعت ہے۔ حضرت رئیس الجامعہ مدظلہ نے عصرِ حاضر کے گھٹا ٹوپ ماحول پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ظلم وستم اپنی انتہا کو پہونچ چکا۔ مسلمان ہر طرف پریشان ہیں۔ حکمرانوں کے ضمیر انسانیت نوازی کو فراموش کر چکے۔ جن میں تھوڑی بہت بھی رمق باقی تھی وہ بھی اپنے اثرات چھوڑنے میں ناکام ہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں بھی خاموش تماشائی بنی ہوئی ہیں۔ یہ تشویش ناک صورتِ حال ہے، اس سے ظلم کا ہاتھ اور بھی توانا ہوگا۔ آپ نے طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ حالات مشکل اور صبر آزما ضرور ہیں، مگر ہمیں گھبرانا نہیں ہے، بلکہ مردانہ وار ان کا مقابلہ کرنا ہے۔ اجلاس سے جامعہ کے دیگر اساتذہ نے بھی خطاب کیا۔ صدر المدرسین مفتی وصی احمد بستوی صاحب زید مجدہم نے کہا کہ ہندوستان کے تمام غیر مسلم ہماری توجہ کے مستحق ہیں۔ ان تک اسلام کی صحیح تعلیمات نہیں پہونچیں۔ ان کی

غلط فہمی دور کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام کا صحیح تعارف اگر ان کے علم میں آ جائے تو ان کی ساری غلط فہمیاں کافور ہو جائیں گی اور ملک امن و امان کا گہوارہ بن جائے گا۔ بندہ سید فضیل احمد ناصری نے کہا کہ اس مبارک رات میں نیکیوں اور طاعتوں کے سوا کسی گناہ والے کام میں لگنا اس کی عظمت کی ناقدری ہے۔ شبِ برأت گناہوں اور جہنم سے چھٹکارے کی رات ہے۔ عبادت و ریاضت کر کے اس سے فائدہ اٹھائیں! اس موقع پر حسبِ روایت چند نکاح بھی ہوئے۔ قضا کے فرائض بندے نے انجام دیے۔ جلسے کا آغاز عزیزم توقیر احمد سپولوی سلمہ کی تلاوت سے ہوا۔ نعتِ پاک عزیزم حذیفہ ایم پی سلمہ نے سنائی۔ جامعہ کا ترانہ عزیزم دانش کشمیری اور عزیزم لقمان نے پیش کیا۔ الوداعی ترانہ عزیزم دلدار جموں سلمہ نے سنایا۔ اجلاس کی نظامت بندے نے کی۔

اس موقع پر جامعہ کے تمام اساتذہ موجود رہے۔ طلبۂ جامعہ کے علاوہ دیگر اداروں کے طلبہ نے بھی اس پُر وقار تقریب میں شرکت کی۔ عوام بھی اس مبارک نشست کا ذوق و شوق سے حصہ بنے تھے۔ پورا میدان کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سیکورٹی کے بھی زبردست انتظامات تھے۔ اس موقع پر ۱۱ر نکاح بھی عمل میں آئے۔

اجلاس میں اساتذۂ جامعہ اور شہر کے علما و طلبہ تو شریک ہوئے ہی، بیرونی مہمان بھی شریک ہوئے۔ باہر سے تشریف لانے والے مہمانوں میں جناب فرخ مصطفیٰ صدیقی، جناب عبداللہ عثمان صاحب دہلی، جناب ڈاکٹر اذہان صدیقی، جناب حمزہ قاضی اور دیگر بھی موجود رہے۔ حضرت رئیس الجامعہ مدظلہ کی پرسوز دعا پر تقریب اختتام کو پہونچی۔

طلبۂ دورۂ حدیث و افتا کی دستار بندی

تکمیلِ بخاری شریف کے اس عظیم الشان موقع پر اساتذۂ جامعہ کے ہاتھوں طلبۂ دورۂ حدیث اور طلبۂ افتا کی دستار بندی بھی کی گئی۔ اساتذہ و علماء نے ان فضلاء کو نیک خواہشات سے نوازا۔

رواقِ انظر کی تعمیر جاری

جامعہ کی نئی بلڈنگ بنام رواقِ انظر کی تعمیر کا کام بحمد اللہ جاری ہے۔ تحتانی منزل کے باقی ماندہ کمروں کو بڑی تیزی سے رہائش کے قابل بنایا جا رہا ہے۔ رنگ و روغن اور دیگر لوازمات تیزی سے چل رہے ہیں۔ امید ہے کہ رمضان تک تحتانی منزل سے مکمل فراغت ہو جائے گی۔

رواقِ انظر طلبہ کے دارالاقامہ کے طور پر اپنی خدمات پیش کر رہا ہے۔ تحتانی منزل سے فراغت کے بعد بالائی منزلوں کا کام بھی شروع کر دیا جائے گا۔ اصحابِ خیر سے اس کی تکمیل کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔

رمضان المبارک میں مسجدِ انور شاہ کا پروگرام

جیسا کہ معلوم ہے کہ جامعہ کی مسجد میں ہر سال رمضان کے مقدس مہینے میں خانقاہی معمولات چلائے جاتے ہیں، جن میں اربابِ ذوق شریک ہوتے ہیں۔ اعتکاف کرنے والوں کے لیے طعام اور افطار وسحر کا انتظام من جانب ادارہ ہوتا ہے۔ مسجدِ ہذا میں یہ خانقاہی سلسلہ بانیٔ جامعہ فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ مسعودی کشمیری قدس سرہ نے جاری فرمایا تھا۔ ان کے بعد سے جامعہ کے استاذِ حدیث مولانا صغیر احمد پرتاب گڑھی زیدمجدہم سنبھال رہے ہیں۔

میرٹھ کے ایک اجلاس میں بندے کی شرکت

جامعہ ابوبکر صدیق پیپلی کھیڑہ میرٹھ میں ۲۸؍فروری کو سالانہ اجلاس منعقد ہوا، جس میں ملک کی مقتدر علمی شخصیات نے شرکت کی۔ بندے نے بھی اس اجلاس کو خطاب کیا۔ ناچیز نے کہا کہ یہ دور فتنوں بالخصوص ارتدادی فتنے کا ہے۔ دشمنانِ اسلام کی جانب سے ارتداد کے متعدد ذرائع اپنائے جا رہے ہیں۔ ان فتنوں میں سے ایک شکیل بن حنیف کا فتنہ بھی ہے۔ ناچیز نے کہا کہ یہ فتنہ آہستہ آہستہ اپنے بال و پر پھیلا رہا ہے۔ ملک کے متعدد صوبوں میں اس کے شکار اور شکاری موجود ہیں۔ شکیل بن حنیف اور اس کے تمام متبعین اسلام سے خارج ہیں، لہذا اپنے عزیزوں، متعلقین اور اولاد کو اس سے بچا کر رکھیں اور اس کی سرکوبی کی ہر ممکن کوشش کریں۔

بندے نے مزید کہا کہ حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجاز میں آئیں گے اور حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ اسلامی مشن کو آگے بڑھائیں گے۔ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ دو الگ الگ شخصیات ہیں، لہٰذا کسی باطل کے دھوکے میں نہ آئیں۔ شکیل بن حنیف جھوٹا ہے اور اس کے جھوٹے ہونے پر متعدد دلیلیں قائم ہیں۔

......◆......

گوشۂ ادب

زباں تیری حجازی ہے تو دل کو بھی حجازی کر

خدا کی بارگہ میں جا کے پھر دامن درازی کر
خودی سے رابطہ محکم بنا، فطرت کو غازی کر
وضو کر اٹھ کے تو پہلے پہل اشکِ ندامت سے
بتوں کو دل بدر کر اور پھر خود کو نمازی کر
شرارِ بولہب شمعِ رسالت پر ہوا حاوی
جگا اپنی حمیت اور کوئی چارہ سازی کر
ممولے چھا گئے شاہین! پھر تیری فضاؤں میں
پہاڑوں سے نکل کر آسماں میں شاہ بازی کر
گناہوں کی نجاست سے بچا اپنی جوانی کو
غلامی بت کدے کی چھوڑ، دیں کی سرفرازی کر
نہ کر آمیزشِ کفر وہدایت کو شعار اپنا
زباں تیری حجازی ہے تو دل کو بھی حجازی کر
فرنگی دانش و بینش بصیرت چھین لیتی ہے
اگر تو صاحبِ نسبت ہے، ترکِ شیشہ بازی کر
جو مومن ہے تو پھر اغیار کی منت کشی کب تک
مسلمانوں کی صف سے پھر غزالی اور رازی کر
ترے نالے ہیں اب تک ناصرؔی! تاثیر سے خالی
جگر کا خون دے کر اپنے آنسو کو پیازی کر

……✦……

اہل خیر حضرات کی خدمت میں

رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مطابق مارچ/اپریل ۲۰۲۴ء میں جامعہ کے لیے مالی تعاون حاصل کرنے کی غرض سے جن اساتذہ وسفراء کو جس شہر یا علاقہ میں بھیجا جا رہا ہے، اُس کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے: اہل خیر حضرات سے تعاون کی درخواست ہے۔

۱	محترم مولانا مفتی نثار خالد صاحب 07037668071 کلکتہ	استاذ حدیث
۲	محترم مولانا سید فضیل احمد صاحب ناصری 08881347125 ممبئی	استاذ حدیث
۳	محترم مولانا محمد ابوطلحہ صاحب 09997504588 جموں وکشمیر/مہاراشٹر/بنگلور/مدراس/بڑودہ	استاذ حدیث
۴	جناب ذکی انجم صدیقی صاحب 09058839273 دیوبند	ہیڈ کلرک
۵	جناب مولوی محمد امین صاحب 08979399192, 08082586960 جموں وکشمیر/پنجاب/راجستھان	سفیر
۶	جناب مولوی عشرت اللہ صاحب 07275869794 مشرقی اترپردیش	سفیر
۷	جناب مولوی محمد حنیف 09808808003 بھروچ/سورت/نوساری/روالی/آنند/مرادآباد/بریلی/میرٹھ/باغپت/مظفرنگر/بجنور	سفیر
۸	جناب مولوی محمد لقمان صاحب 07840042786 احمد آباد/گودھرا/آندھراپردیش/تلنگانہ/دہلی/اتراکھنڈ	سفیر
۹	جناب مولوی عاشق الٰہی صاحب 09027742321 مدھیہ پردیش/مہاراشٹر/آندھراپردیش/تلنگانہ/مغربی اترپردیش کے اضلاع	سفیر
۱۰	جناب مولوی محمد منور صاحب 09818825419 چھتیس گڑھ/جنوب مغربی دہلی/مہاراشٹر کا ضلع تھانہ، پال گھر وسانگلی/دیوریا/کشی نگر/کان پور/آگرہ	سفیر
۱۱	جناب مولوی محمد احکام صاحب 09368654261 سہارن پور شہر/مظفرنگر/میرٹھ/دہلی/ہریانہ/اتراکھنڈ/گجرات	سفیر
۱۲	جناب مولوی محمد ثاقب صاحب 09760822922 ممبئی	استاذ ناظرہ

چیک یا ڈرافٹ پر صرف یہ عبارت لکھیں:

JAMIA IMAM MOHAMMAD ANWAR SHAH

Account No. : 50100420638245

IFSC CODE : HDFC0001974 **Branch :** Deoband

Monthly MUHADDIS-E-ASR Deoband
Vol. 22 Issue 01/Jan-Feb/2024
RNI UPURD/2000/10663(83220)
Contact Mob:+91-9557051315 jimask98@gmail.com
Printed, Published & Edited By Syed Ahmad Khizar Shah
on Behalf of JIMAS, Behind Eidgah, Deoband. Saharanpur (U.P.)
Printed At Mukhtar Press Samreen Printers, Deoband

March - April 2024

بیت الحکمت و جامعہ امام محمد انور شاہ سے
عنقریب شائع ہونے والی کتابیں

سوانح فخر المحدثین: خاتم الفقہاء والمحدثین امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری کے علمی جانشین بانی جامعہ فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ مسعودی کشمیری قدس سرہ کے حالات، مشاہدات، علمی خدمات، ادبی نگارشات، سیاسی بصیرتوں اور لازوال کارناموں کا تفصیلی تعارف۔ علم و ادب اور حقائق و معارف کا یہ خوب صورت مرقع ان شاء اللہ دو جلدوں میں پیش کیا جائے گا۔

منحة الودود: امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری نے دارالعلوم دیوبند میں سالہا سال ابوداؤد شریف کا بھی درس دیا ہے۔ ان کی درسی تقاریر کا زبردست مجموعہ بنام منحۃ الودود پہلی بار بزبان عربی کئی جلدوں میں آرہا ہے، علوم انوری کے دل دادگان کے لیے عظیم ترین پیش کش۔

مقالاتِ انظر: بانیٔ جامعہ، فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری قدس سرہٗ نے نوعمری میں ہی درس وتدریس کے ساتھ قلمی دنیا میں بھی قدم رکھ دیا تھا اور اخیر تک ان کی خدمات سرگرمی کے ساتھ جاری رہیں۔ مقالاتِ انظر انہیں تحریرات میں سے اہم ترین مقالات کا انتخاب ہے۔ شائقین علم وادب کے لیے ایک تحفۂ نایاب۔